جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدّثِ عصر

بانی

فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر

سید احمد خضر شاہ مسعودی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادگار: محدثِ عصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

جامعۃ امام محمد انور شاہ دیوبند کا علمی، دینی، ادبی ترجمان

ماہنامہ

محدثِ عصر

فروری/مارچ ۲۰۲۶	جلد ۲۳	شمارہ: ۸/۷	سلسلہ ۲۰۵-۲۰۴

بانی: فخر المحدثین حضرت مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری رحمہ اللہ

مدیر: سید احمد خضر شاہ مسعودی

نائب مدیر

مولانا سید فضیل احمد ناصری

سید حمدان شاہ مسعودی

اشتراک وتعاون

اندرونِ ملک:

فی شمارہ -/30 سالانہ -/360

خصوصی -/1000

تاحیات -/6000

نگراں ترسیل

مولانا ابوطلحہ اعظمی

شائع کردہ: جامعۃ الامام محمد انور شاہ دیوبند

عقب عیدگاہ، دیوبند 247554 (یوپی)

موبائل 9760822922

ای۔میل: jimask98@gmail.com

ورق در ورق

صریر خامہ

عصریات	سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری	۳

قرطاس وقلم

رمضان کی عظمت، حرمت اور فضیلت	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ	۷
تراویح کے فضائل ومسائل	مولانا احمد جاوید صاحب	۱۵
عید الفطر کی فضیلت وحکمت	مفتی محمد خالد حسین نیموی	۱۹
رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ	مولانا سید فضیل احمد ناصری	۲۴
شیخ سعدیؒ کی مجلس میں حاضری کی سعادتیں	سید حمدان شاہ مسعودی	۳۶
تعلیمی رپورٹ	مولانا مفتی محمد نوید قاسمی	۴۰
جامعہ کی سرگرمیاں	ادارہ	۴۳
وفیات	ادارہ	۴۵
اہل خیر حضرات کی خدمت میں	ادارہ	۴۷

صریر خامہ

عصریات

سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری

دن گنے جاتے تھے جس دن کے لیے

لیجیے وہ ماہ مکرم پھر جلوہ افروز ہو رہا ہے، جس کے لیے ہم سراپا انتظار تھے۔ وہ فقید المثال روز و شب پھر سایہ فگن ہو رہے ہیں، جن کے لیے گیارہ مہینوں سے ہمارے دیدہ و دل فرش راہ تھے۔ جن کا ایک ایک لمحہ ہمارے حق میں موج بشارت و سامان راحت ہے۔ جی ہاں ذکر اسی مقدس مہینے کا ہے، جسے رمضان کہا جاتا ہے۔ فضائل ومناقب سے بھرپور۔ سعادتوں اور بشارتوں سے معمور۔ طلوع بدر کے ساتھ ہی رحمت و برکت کے کالے اور گھنے بادل، پھر متصلاً ہی انوار و برکات کی موسلا دھار بارش۔ موسم یکا یک تبدیل۔ طبائع میں ناگہانی انقلاب۔ کہاں تو ہزار مواعظ بے سود اور کہاں یہ عالم کہ ویران مسجدیں آباد و منور۔ نمازیوں کی قطار اندر قطار۔ اذان ہوتے ہی اللہ کے گھر کا رخ۔ تلاوت قرآن کا اہتمام۔ ذکر اللہ کا التزام۔ تراویح کا شوق و ذوق۔ افطار و سحر کی رونقیں، شب بیداری اور سحر خیزی کی لذتیں۔ روزے کی برکتیں۔ کیا وقت ہوتا ہے!! کیا دور ہوتا ہے!! اب نہ وہ ہاؤ ہو کی مجلسیں ہیں، نہ شورشوں و خرمستیوں کے ہنگامے۔ نہ شراب و کباب کا دور ہے، نہ شیطانی اثرات کی کارفرمائیاں۔ نہ معاصی کی نحوست ہے، نہ خبث باطن کا زور و شور۔ موسم ابر و باراں آرائش چمن اور زیبائش گلشن ہوتے ہیں۔ سرسبزی و شادابی اس کا اختصاص۔ ماہِ صیام بھی وہی ہے۔ بنانے والے نے اس ماہ کو نیکیوں کی فصل بہار بنایا۔ اہل اسلام کے لیے وارے نیارے ہو گئے۔ بندہ پروری کی برسات۔ چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر بڑے بڑے انعامات۔ نفل کا ثواب فرض کے برابر۔ فرض کا ثواب ستر فرض کا ہم دوش۔ ایمان واحتساب کے ساتھ اس ماہ کے روزے پچھلی زندگی کے صغیرہ گناہ کو مٹا کر رکھ دیتے ہیں۔ رمضان المبارک کا ایک اہم تحفہ تراویح کی نماز ہے۔ اس کے فضائل بھی بھی روحی فداہ سے منقول و ثابت۔ ان عبادات کا ایک تمغہ حصولِ تقوی وخشیت ہے۔ اس پورے ماہ کی پر اخلاص طاعتیں مومنوں میں ایسی اسپرٹ پیدا کر دیتی ہیں، جو مستقبل میں انہیں عزازیل سے مات کھانے نہیں دیتی۔

خاتم الفقہاء والمحدثین کشمیری الامام تقوی کے متعدد معانی بیان کرتے تھے اور فرماتے کہ قرآن مجید

میں تقویٰ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔فرمایا کہ تقویٰ کا اطلاق ایمان پر بھی ہوا: و الزمہم کلمۃ التقوی۔ توبہ پر بھی اطلاق ہوا ہے: ولو ان اھل القری آمنوا و اتقوا۔ طاعت کے معنیٰ پر بھی بولا گیا: ان انذروا انہ لا الہ الا انا فاتقون۔ ترک گناہ پر بھی بولا گیا: و آتوا البیوت من ابوابہا و اتقوا اللہ۔ یہ اخلاص کا معنیٰ بھی دیتا ہے: فانہا من تقوی القلوب۔

سعید ہیں وہ لوگ جو رحمت و مغفرت کے اس جوئے سلسبیل میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔اس ماہ کی برکتوں سے نامۂ اعمال سنوارتے ہیں۔عبادت و ریاضت کے ذریعے روح کو مجلی کرتے ہیں۔تسبیح و تہلیل کی بہ دولت نفس کا تزکیہ کرتے ہیں۔توقع ہے کہ مسلمان رمضان المبارک کی قدر و قیمت سمجھ کر اس کی بہاروں سے لطف اٹھائیں گے اور اس کی بابرکت ساعتوں سے دل و نظر کو پاک کریں گے۔ایسا نہ ہو کہ رمضان گزر جائے اور ہم کہتے پھریں:

سو بار چمن مہکا، سو بار بہار آئی ✦ دنیا کی وہی رونق، دل کی وہی تنہائی

❁ .... ❁ .... ❁

ایران میں ان دنوں پر تشدد اور خونیں مظاہروں کا ایک سلسلہ جاری ہے۔28/دسمبر 2025 میں گرانی اور امریکی ڈالر کے مقابلے میں ایرانی کرنسی کی شدید گراوٹ کے خلاف احتجاج ہوا، وہی اب مختلف رنگ و روپ کے ساتھ اگلا مہیب سفر طے کرتا جا رہا ہے۔صورت حال اس قدر تباہ کن اور افسوسناک کہ ان کے تھمنے کے آثار بظاہر ندارد۔ملک کے 31/صوبوں میں سے 27/صوبوں میں احتجاج پھیل چکا۔اس لہر کا آغاز تہران کے بازاروں سے ہوا۔احتجاج کرنے والوں کے مطابق بے تحاشا مہنگائی کی وجہ سے زندگی مشکلات سے دو چار ہے۔ایرانی پولیس اور سیکورٹی فورسز مظاہرین کے خلاف سخت رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔رپورٹ کے مطابق اب تک 500 سیکورٹی اہل کاروں سمیت پانچ ہزار سے زیادہ لوگ جاں بحق ہو گئے، 250 مسجدیں نذر آتش کی گئیں۔لواحقین کو لاشیں نہیں دی جا رہی ہیں۔اگر دی بھی جا رہی ہیں تو بھاری بھر کم معاوضوں کے ساتھ۔ماہرین کہتے ہیں کہ 2022 کے بعد اب تک کا یہ سب سے بڑا مظاہرہ ہے، بلکہ بعض تجزیہ نگار تو یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ ایران کے 1979ء کے انقلاب کے بعد سے اب تک ایسا کوئی احتجاج نہیں ہوا تھا۔یہ صدا بنیادی طور پر مہنگائی کے خلاف بلند ہوئی تھی اور اب اس کا رخ سیاسی ہو کر حکومت کی تبدیلی کی طرف مڑ چکا ہے۔مظاہرین کا بظاہر مطالبہ یہ ہے کہ آیت اللہ خامنہ ای حکومت بدلے اور ایسی نئی حکومت تشکیل پائے، جو ایرانی عوام کے لیے مفید تر ثابت ہو۔مواصلاتی نظام مکمل بند ہے۔عالمی میڈیا کا داخلہ ممنوع ہے۔حکومت اور مظاہرین کے درمیان الزامات بھی جاری ہیں۔حکومت کا دعویٰ ہے کہ تخریب کار بیرونی ایجنٹ ہیں، جن کا مشن مقدس مقامات، گھروں، دفاتر اور صنعتی

مراکز پر حملے کرنا ہے۔ یہ لوگ موساد اور .C.I.A کے کرائے کے فوجی اور دہشت گرد ہیں۔ ایرانی سپریم لیڈر اچانک منظرِ عام پر آئے اور انہوں نے قوم کے سامنے حقائق رکھتے ہوئے ان سازشوں کا انکشاف کیا۔ ایک طرف حکومت مخالفت لہر ہے تو دوسری جانب حکومت کی ہم نوائی میں بھی مظاہروں کا تسلسل۔

ایران کے حالیہ قضیے پر پوری دنیا کی نظر ہے۔ امریکہ اور اسرائیل اس میں کچھ زیادہ ہی دل چسپی دکھا رہے ہیں بلکہ ایرانی سپریم لیڈر کے بقول یہ دونوں ممالک اس تباہی کی پشت پر ہیں۔ امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ تو دھمکی بھی دے رہے ہیں کہ اگر کریک ڈاؤن کا یہ سلسلہ روکا نہیں گیا تو ہم مداخلت کریں گے اور مظاہرین کا علانیہ تعاون کریں گے۔ عرفان سلطانی اور دیگر شہریوں کی پھانسی پر فوراً قدغن لگائی جائے۔ امریکی جریدے پالٹیکیو سے ٹرمپ نے یہ بھی کہا کہ ایران میں اقتدار کی تبدیلی کا وقت آ چکا ہے۔ ایران کے رہبر اعلیٰ آیت اللہ خامنہ ای پر انہوں نے سخت تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ خامنہ ای ایک بیمار شخص ہے، اسے اپنے شہریوں کا قتل بند کرنا چاہیے۔ ادھر ایرانی صدر مسعود پزشکیان کا کہنا ہے کہ خامنہ ای پر حملہ ایران پر حملہ تصور کیا جائے گا۔ امریکہ ایران کی یہ نوک جھوک کون سا رخ لے گی، کہنا مشکل ہے۔

یہ صورت حال ایران کے لیے چیلنج سے بھرپور ہے۔ کئی ممالک کی پابندیاں وہ پہلے سے ہی جھیل رہا ہے۔ اسرائیل اور امریکہ سے چند ماہ قبل کی جنگوں نے اس کے دفاعی نظام کو بھی مجروح کیا ہے۔ شام سے بشار الاسد حکومت کے خاتمے سے اس کا ایک اتحادی بھی کھو گیا ہے۔ لبنان میں اسرائیلی حملوں میں اس کی ہم نوا تنظیم حزب اللہ بھی تقریباً مٹا دی گئی۔ ایران اس وقت سخت آزمائشوں میں ہے۔ جاری بحران پر اگر فی الفور قابو نہیں پایا گیا تو مستقبل قریب اس کے لئے وحشت ناک ثابت ہوگا۔

❀ .... ❀ .... ❀

کہنے والے امریکہ کو شیطان بزرگ بھی کہتے ہیں۔ یہ بات بڑی حد تک اس وقت درست ثابت ہوئی تھی جب اس کی صدارت جارج ڈبلیو بش جیسا دہشت گرد کر رہا تھا۔ وہ ایسا سفاک، خوں آشام اور بربریت کا علم بردار تھا، جس نے ہٹلر اور ہلاکو خان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اسی ظالم اور ڈکٹیٹر نے کئی مسلم ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجائی تھی۔ وہاں کے شہریوں کا جینا کچھ ایسا محال کیا تھا کہ اس کے اثرات آج دو دہائیوں کے بعد بھی محسوس کیے جاتے ہیں۔ جارج ڈبلیو بش کے بعد کئی صدور آئے اور گئے۔ اب اس کی صدارت ڈونالڈ ٹرمپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ پہلے بھی صدر منتخب ہوئے تھے اور اب کئی سال کے وقفے کے بعد دوسری بار چن کر آئے۔ جب سے یہ جناب نئی میعاد میں آئے ہیں، ایک نئے انداز اور ایک نئے روپ میں۔ مصلح اور مفکر بن کر۔ ہند و پاک سمیت کئی ممالک میں ہونے والے اختلافات کو ختم کرنے کے لیے کوشاں دکھائی دیتے رہے۔ ملکوں کے درمیان مصالحتوں کی کوششیں کچھ اس صورت میں کیں کہ بہت سے

ارباب سیاست نے تو ان کے لیے نوبل انعام کی تمنا کا بھی اظہار کر دیا لیکن وہی بات؛ جبل گردد جبلت نہ گردد۔ ڈونالڈ ٹرمپ جہاں سے چلے تھے وہیں پہونچ گئے۔ وہی غیر سنجیدگی، وہی رعونت، وہی جارحیت، وہی تلخ گفتاری، وہی ملک گیری کی ہوس، وہی دوسروں کے قدرتی وسائل کو ہڑپنے کی خواہش۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ایک حیرت انگیز اور تکلیف دہ نظارہ سامنے آیا۔ دنیا نے دیکھا کہ وینزویلا کے صدر نکولس مدورو اور ان کی اہلیہ کو امریکی فوج نے ان کے محل سے ہی اٹھا لیا اور لے کر امریکی جیل میں بند کر دیا۔ اخبارات کی رپورٹ ہے کہ وینزویلا کے صدر کو بچانے کے لیے کولمبیا کی فوج کے جوان جو وہاں موجود تھے انہیں بھی موت کی نیند سلا دیا گیا۔ خود اس کی فوج کا کیا حال ہوا ہوگا اور کتنی ہلاکتیں پیش آئی ہوں گی کہنا مشکل ہے۔ تجزیہ نگار کہتے ہیں کہ وینزویلا کے ساتھ جو افسوسناک رویہ اپنایا گیا وہ دراصل وینزویلا کی فوج کے چیف کی صدر نکولس کے ساتھ ایک خفیہ بغاوت تھی، ورنہ کیسے ممکن تھا کہ ایک طاقتور بادشاہ اور طاقتور فوج کے ہوتے ہوئے صدر کو صدارتی محل سے ہی اغواء کر کے لے جایا جائے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وینزویلا کے اپوزیشن لیڈران ان ہنگامہ خیز احوال سے خوش ہیں اور امریکہ کو دعائیں دے رہے ہیں۔ معزول صدر اپنوں کی غداری پر دل ہی دل میں کہتے ہوں گے:

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف ✦ اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

نکولس مدورو کی گرفتاری دنیائے سیاست کی عجیب و غریب کہانی ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی ارباب اقتدار کو قتل کیا گیا۔ کسی کو پھانسی ہوئی۔ کسی کو بم سے اڑا دیا گیا۔ کسی کو فضا میں ہی مار دیا گیا، لیکن صدارتی محل سے ہی کسی صاحب مسند کو اٹھانا اور پابہ زنجیر اسے جیل میں پہونچا دینا اپنے آپ میں انتہائی حیرت انگیز اور روح فرسا ہے۔ افسوس کہ نکولس مدورو کی اس ڈرامائی گرفتاری نے یہ دل خراش مناظر بھی آنکھوں کو دکھائے۔ امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کا یہ رویہ عالم انسانی کے لیے تباہ کن ثابت ہوسکتا ہے۔ خدانخواستہ اگر دوسرے طاقتور ممالک نے اسے نظیر بنا لیا تو دنیا بدامنی کی آماجگاہ ہو جائے گی۔ ہر بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھاتی چلی جائے گی۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جو مصالحت کی بات کرتے نہیں تھکتا تھا، اس کی یہ ادا اور اس کی یہ حرکت! اگر واقعی شکایات تھیں، وینزویلا کے عوام اپنے صدر سے نالاں تھے تو ان کے دفعیے کے لیے بین الاقوامی قانون کا سہارا لیا جاتا۔ یہ کیا کہ ظلم کی ایک نئی اور خوفناک نظیر ہی قائم کر دی گئی!

وینزویلا کی تازہ ترین صورت حال دوسرے ممالک کے لیے بھی ایک عبرت ہے۔ اگر آپ اپنے عوام کو خوش نہیں رکھتے۔ آپ کی فوج آپ کے آمرانہ رویوں سے ناراض ہے تو آپ ہرگز محفوظ نہیں۔ آپ کا اقتدار ہر وقت خطرے میں ہے۔ قانونِ فطرت ہے: تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔

……✦……

رمضان کی عظمت، حرمت اور فضیلت

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں انسان کو اشرف واکرم بنایا، اس کی فطرت میں نیکی اور بدی، بھلائی اور برائی، تابعداری وسرکشی اور خوبی وخامی دونوں ہی قسم کی صلاحیتیں اور استعدادیں یکساں طور پر رکھ دی ہیں۔ اسی کا ثمرہ اور نتیجہ ہے کہ کسی بھی انسان سے اچھائی اور برائی دونوں ہی وجود میں آسکتی ہیں۔ ایک انسان سے حسنات بھی ممکن ہیں اور سیئات بھی، اس کے باوجود کوئی سیئات ومعصیات سے مجتنب ہوکر اپنی زندگی اور اس کے قیمتی لمحات کو حسنات وطاعات سے مزین اور آراستہ کرلے تو یہ اس کے کامیاب اور خالق ومخلوق کے نزدیک اشرف واکرم ہونے کی سب سے بڑی نشانی ہے اور یہی تقویٰ وپرہیزگاری ہے جو روزہ کا مقصدِ اصلی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”یٰأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ أَیَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ۔“(البقرۃ:۱۸۳،۱۸۴)

”اے ایمان والو! فرض کیا گیا تم پر روزہ، جیسے فرض کیا گیا تھا تم سے اگلوں پر، تاکہ تم پرہیزگار ہوجاؤ، چند روز ہیں گنتی کے۔“

تقویٰ کا معنی ہے: نفس کو برائیوں سے روکنا اور اس کا سب سے بڑا ذریعہ روزہ ہے، جیسا کہ ایک صحابیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! مجھے کسی ایسے عمل کا حکم دیجیے جس سے حق تعالیٰ مجھے نفع دے“، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”علیک بالصوم، فإنهٗ لامثل لهٗ“

(سنن نسائی، ج:۱،ص:۳۱۰)

”یعنی روزہ رکھا کرو، اس کے مثل کوئی عمل نہیں۔“ اب رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، گویا یہ مہینہ نیکیوں اور طاعات کے لیے موسمِ بہار کی طرح ہے، اسی لیے رمضان المبارک سال بھر کے اسلامی مہینوں میں سب سے زیادہ عظمتوں، فضیلتوں اور برکتوں والا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو اپنی

رضا، محبت وعطا، اپنی ضمانت واُلفت اور اپنے انوارات سے نوازتے ہیں۔ اس مہینہ میں ہر نیک عمل کا اجروثواب کئی گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اس ماہ میں جب ایمان اور احتساب کی شرط کے ساتھ روزہ رکھا جاتا ہے تو اس کی برکت سے پچھلی زندگی کے تمام صغیرہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور جب رات کو قیام (تراویح) اسی شرط کے ساتھ کیا جاتا ہے تو اس سے بھی گزشتہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ اس ماہ میں ایک نیکی فرض کے برابر اور فرض ستر فرائض کے برابر ہوجاتا ہے، اس ماہ کی ایک رات جسے شبِ قدر کہا جاتا ہے وہ ہزار مہینوں سے افضل قرار دی گئی ہے۔

رمضان کا روزہ فرض اور تراویح کو نفل (سنت مؤکدہ) بنایا ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے، اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور خیرخواہی کا مہینہ ہے، اس میں مؤمن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، اس میں روزہ افطار کرنے والے کی مغفرت، گناہوں کی بخشش اور جہنم سے آزادی کے پروانے کے علاوہ روزہ دار کے برابر ثواب دیا جاتا ہے، چاہے وہ افطار ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے ہی کیوں نہ کرائے، ہاں! اگر روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھلایا یا پلایا تو اللہ تعالیٰ اسے حوضِ کوثر سے ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد وہ جنت میں داخل ہونے تک پیاسا نہ ہوگا۔ اس ماہ کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ جس نے اس ماہ میں اپنے ماتحتوں کے کام میں تخفیف کی تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس کی مغفرت اور اسے جہنم سے آزادی کا پروانہ دیں گے۔ پورا سال جنت کو رمضان المبارک کے لیے آراستہ کیا جاتا ہے۔ عام قانون یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے لے کر سات سو تک دیا جاتا ہے، مگر روزہ اس قانون سے مستثنیٰ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''روزہ صرف میرے لیے ہے اور اس کا اجر میں خود دوں گا''۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں: ایک افطار کے وقت کہ اس کا روزہ مکمل ہوا اور دعا قبول ہوئی، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے روزہ افطار کیا اور دوسری خوشی جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بو (جو معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے آتی ہے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ روزہ اور قرآن کریم دونوں بندے کی شفاعت کریں گے اور بندے کے حق میں دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

اب چند وہ باتیں عرض کی جاتی ہیں، جن کا حضور اکرم ﷺ خود بھی اہتمام کیا کرتے تھے اور اُمت کو بھی اس کی تعلیم اور تلقین فرماتے تھے:

۱:- حضور اکرم ﷺ شعبان کی تاریخوں کی جس قدر نگہداشت فرماتے تھے اتنا دوسرے مہینوں کی نہیں فرماتے تھے۔

۲:-حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رمضان کی خاطر شعبان کے چاند کا اہتمام کیا کرو۔

۳:-آپ ﷺ نے سحری کھانے کا حکم فرمایا کہ: ''سحری کھایا کرو، کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔'' اور فرمایا: ''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری کھانے کا فرق ہے۔'' یعنی اہلِ کتاب کو سوجانے کے بعد کھانا پینا ممنوع تھا اور ہمیں صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے تک اس کی اجازت ہے۔

۴:-آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ ہمیشہ خیر پر رہیں گے جب تک کہ (غروب آفتاب کے بعد) افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔''

افطار کی دعا: ''ذَہَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ۔

یاس جاتی رہی، انتڑیاں تر بتر ہوگئیں اور اجر ان شاء اللہ ثابت ہوگیا۔

اسی طرح: اَللّٰہُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ۔''

اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا۔

۵:-رمضان میں ذکر کرنے والا بخشا جاتا ہے اور اس ماہ میں مانگنے والا بے مراد نہیں رہتا۔

۶:-روزہ دار کی روزانہ ایک دعا قبول ہوتی ہے۔

۷:-رمضان میں روزانہ بہت سے لوگ دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہیں۔

۸:-حضور اکرم ﷺ رمضان کے اخیر عشرہ میں خود بھی شب بیدار رہتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی بیدار رکھتے۔

۹:-حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: شبِ قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ میں تلاش کرو۔

۱۰:-جب لیلۃ القدر آتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی معیت میں نازل ہوتے ہیں اور ہر بندہ جو کھڑا یا بیٹھا اللہ تعالیٰ کا ذکر کر رہا ہو (اس میں تلاوت، تسبیح وتہلیل اور نوافل سب شامل ہیں، الغرض کسی طریقے سے ذکر وعبادت میں مشغول ہو) اس کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں۔

۱۱:-لیلۃ القدر کی دعا: اَللّٰہُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔

اے اللہ! آپ بہت معاف کرنے والے ہیں، معافی کو پسند فرماتے ہیں، پس مجھے بھی معاف فرمادیجیے۔

۱۲:-اگر کسی نے بغیر عذر اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دیا، خواہ وہ ساری زندگی روزہ رکھتا رہے، وہ اس کی تلافی نہیں کرسکتا۔

۱۳:- رمضان میں چار کام کثرت سے کیے جائیں: دو کام جن سے اللہ راضی ہوتے ہیں:

۱: ”لا إلٰه إلا الله“ کی کثرت، ۲:- استغفار زیادہ سے زیادہ پڑھا جائے۔ اور دو کام جو ہر انسان کی ضرورت ہیں: ۱:- اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کیا جائے، ۲:- جہنم سے پناہ مانگی جائے۔

۱۴:- تراویح کے بارہ میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ”جس نے ایمان کے جذبے سے اور ثواب کی نیت سے رمضان کا روزہ رکھا، اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے، اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا، ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔“

۱۵:- اعتکاف کے بارہ میں آپ a نے فرمایا: ”جس نے رمضان میں (آخری) دس دن کا اعتکاف کیا، اس کو دو حج اور دو عمرے کا ثواب ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر ایک دن کا بھی اعتکاف کیا، اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایسی تین خندقیں بنا دیں گے کہ ہر خندق کا فاصلہ مشرق و مغرب سے زیادہ ہوگا۔“

۱۶:- رمضان میں قرآن کریم کا دور اور جود و سخاوت کی جائے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جود وسخا میں تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت بہت بڑھ جاتی تھی۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان کی ہر رات میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم کا دور کیا کرتے تھے۔

۱۷:- روزہ کی حالت میں بے ہودہ باتوں: مثلاً: غیبت، بہتان، گالی گلوچ، لعن، طعن، غلط بیانی، تمام گناہوں سے پرہیز کیا جائے، ورنہ سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اگر کوئی دوسرا آ کر ناشائستہ بات کرے تو یہ کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں، کیونکہ روزہ ڈھال ہے، جب تک کوئی اس کو پھاڑے نہیں اور یہ ڈھال جھوٹ اور غیبت سے پھٹ جاتی ہے۔

یہ مہینہ گویا ایمان اور اعمال کو ریچارج کرنے کے لیے آتا ہے۔ رمضان عربی کا لفظ ہے، جس کا اُردو میں معنی ہی شدتِ حرارت کے ہیں، یعنی اس ماہ میں اللہ رب العزت روزہ کی برکت اور اپنی رحمتِ خاصہ کے ذریعہ اہلِ ایمان کے گناہوں کو جلا دیتے اور ان کی بخشش فرما دیتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

”إذا دخل رمضان فُتحت أبواب السماء، وفي رواية: ”فُتحت أبواب الجنة“ وغُلقت أبواب جهنم، وسُلسلت الشياطين، وفي رواية ”فُتحت أبواب الرحمة۔“

(متفق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الصوم، ص: ۱۷۳)

’’رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جب رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں، اور ایک روایت میں بجائے ابوابِ جنت کے ابوابِ رحمت کھول دیئے جانے کا ذکر ہے۔‘‘

’’قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث ظاہری معنوں پر بھی محمول ہو سکتی ہے، لہٰذا جنت کے دروازوں کا کھلنا، دوزخ کے دروازوں کا بند ہونا اور شیطانوں کا قید ہونا اس مہینے کی آمد کی اطلاع اور اس کی عظمت اور حرمت وفضیلت کی وجہ سے ہے، شیاطین کا بند ہونا اس لیے ہو سکتا ہے کہ وہ اہلِ ایمان کو وسوسوں میں مبتلا کر کے ایمانی وروحانی اعتبار سے ایذا نہ پہنچا سکیں، جیسا کہ دستورِ زمانہ بھی ہے کہ جب کوئی اہم موقع ہوتا ہے تو خصوصی انتظامات کیے جاتے ہیں، تمام شر پسندوں کو قید کر دیا جاتا ہے، تاکہ وہ اس موقع پر کوئی رخنہ وفتنہ پیدا نہ کریں، اور حکومت اپنے حفاظتی دستوں کو ہر طرف پھیلا دیتی ہے، یہی حال رمضان المبارک میں بھی ہوتا ہے کہ شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اور اس سے مجازی معنی بھی مراد لیے جا سکتے ہیں، کیوں کہ شیاطین کا اُکسانا اس ماہ میں کم ہو جاتا ہے، اس لیے گویا وہ قید ہو جاتے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنت کے دروازے کھولنے سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر طاعات اور عبادات کے دروازے اس ماہ میں کھول دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جو عبادتیں کسی اور مہینے میں عام طور پر واقع نہیں ہو سکتیں، وہ عموماً رمضان میں بآسانی ادا ہو جاتی ہیں، یعنی روزے رکھنا، قیام کرنا، وغیرہ۔‘‘ (نووی شرح مسلم، از برکاتِ رمضان، ص: ۴۴)

الغرض رمضان المبارک کی بڑی فضیلت ہے، اسی وجہ سے کہا گیا کہ اگر لوگوں کو رمضان المبارک کی ساری فضیلتوں اور برکتوں کا پتہ چل جائے تو وہ تمنائیں کریں کہ کاش! سارا سال رمضان ہو جائے۔

رمضان المبارک کی بے شمار خصوصیتیں ہیں، جن میں چند ایک یہ ہیں:

۱:- سال بھر کے مہینوں میں رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ذکر صراحت کے ساتھ قرآن کریم میں آتا ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

’’شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ ہُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْہُدٰی وَالْفُرْقَانِ۔‘‘ (البقرۃ: آیت: ۱۸۵)

’’رمضان وہ (مبارک) مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے راہنمائی، ہدایت اور حق وباطل میں تمیز کرنے کا ذریعہ ہے، پس جو کوئی یہ (مبارک) مہینہ پائے اُسے چاہیے کہ وہ اس کے

روزے رکھے۔''

۲:-اسی ماہ کو شبِ قدر میں لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر مکمل قرآن کریم کا نزول ہوا، جیسا کہ ارشادِ خدواندی ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔

(القدر:۳-۵)

بلاشبہ ہم نے قرآن کو شبِ قدر میں نازل کیا، اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شبِ قدر کیسی چیز ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر معاملہ لے کر حاضر ہوتے ہیں، یہ رات سراسر سلامتی ہے، وہ یعنی اس کی خیر و برکت صبح طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔

گویا رمضان اور قرآن کریم دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے کہ قرآن رمضان میں آیا تو رمضان کا تذکرہ قرآن کریم میں آیا، اس لیے بعض علماء فرماتے ہیں کہ: رمضان اور قرآن کا جسم اور روح کا سا تعلق ہے۔ رمضان جسم ہے تو قرآن کریم روح ہے:

ماہِ صیام تیرا کیوں نہ ہو احترام
کہ نازل ہوا تجھ میں اللہ کا کلام

اس لیے ہمارے اکابر نے رمضان میں روزہ اور تراویح کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کو سب سے بہتر عبادت قرار دیا۔

۳:-رمضان کی ہر رات ایک منادی اعلان کرتا ہے:''يا باغي الخير! أقبل ويا باغي الشر! اقصر۔'' (مشکوٰۃ،ص:۱۷۳)

اے خیر کے طالب! آگے بڑھ، اور اے شر کے طالب! رُک جا۔'' یعنی خیر کے متلاشی اللہ تعالیٰ کی رضا والے کاموں میں مشغول ہو اور اس کی نافرمانی اور گناہوں سے باز آجا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اثر اور ظہور ہر آدمی اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ رمضان میں اہلِ ایمان کا عموماً رجحان اور میلان نیکیوں اور عبادات کی طرف زیادہ ہوجاتا ہے۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: منبر کے قریب ہوجاؤ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منبر سے قریب ہوگئے۔ جب حضور ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا: آمین۔ جب

دوسرے پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ جب تیسرے پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا: آمین۔ جب آپ ﷺ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اُترے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: (یا رسول اللہ!) ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سُنی جو پہلے کبھی نہیں سُنی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت جبرائیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) اُنہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مبارک مہینہ پایا، پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی، میں نے کہا: آمین۔ پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا: آمین۔ جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا: ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائے اور وہ ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ میں نے کہا: آمین۔ (مستدرک حاکم)

رمضان المبارک ایک ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک انسان کوشش کرے تو ایک رمضان سارے گناہ بخشوانے کے لیے کافی ہے، جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور یہ یقین کر کے رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدے سچے ہیں اور وہ تمام اعمالِ حسنہ کا بہترین بدلہ عطا فرمائے گا تو رسولِ اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

من قام رمضان إيمانًا واحتسابًا غفرلهٗ ماتقدم من ذنبهٖ وماتأخر۔

(المؤطا بروایۃ محمد بن الحسنؒ)

جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی اُمید رکھتے ہوئے رمضان میں قیام کرے گا (یعنی تراویح اور نوافل وغیرہ پڑھے گا) اس کے پچھلے اور اگلے سب (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

ایمان اور احتساب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام وعدوں پر یقینِ کامل ہو اور ہر عمل پر ثواب کی نیت اور اخلاص وللّٰہیت اور رضائے الٰہی کا حصول پیشِ نظر ہو۔

۴:- دین کے جتنے ارکان ہیں وہ طاقت پیدا کرتے ہیں، یعنی ایک عبادت دوسری عبادت کے لیے معاون و مددگار اور تقویت کا باعث بنتی ہے۔ اسی طرح سے رمضان کا روزہ سال کے پورے گیارہ مہینے کی عبادت کے لیے طاقت پیدا کرتا ہے۔ روزہ کی وجہ سے دوسری عبادات کی ادائیگی کا ذوق وشوق پیدا ہوتا ہے اور توانائی ملتی ہے۔ اگر فرض روزہ کے تمام تقاضوں کا لحاظ رکھا گیا تو اس کا اثر پورے گیارہ مہینوں پر پڑے گا اور روزہ دار کی زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی ہوگی۔

۵:- روزہ جن چیزوں سے معمور کیا گیا ہے، اس کا لحاظ رکھا جائے۔ روزہ کا منشأ یہ معلوم ہوتا ہے کہ

زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا جائے، یعنی روزہ کے ساتھ ساتھ تراویح، اشراق، چاشت، اوابین، صلاۃ الحاجۃ، صلاۃ التسبیح، تلاوتِ قرآن، اللہ تعالیٰ کا ذکر، صدقہ، خیرات، عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کی کوشش، شبِ قدر کی تلاش اور دعاؤں کی کثرت کا معمول بنایا جائے اور جتنا ہو سکے ان پر عمل کیا جائے۔

اس ماہ میں غریبوں، یتیموں، بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ ایثار اور ہمدردی کا معاملہ کیا جائے، ان پر سخاوت کی جائے، یہ اس لیے کہ ایک تو ان کا حق ہے اور دوسرا اس لیے کہ صدقہ وخیرات کرنے سے ممکن ہے کہ اللہ کے کسی بندے کا دل خوش ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ہمارا مقصد پورا ہو جائے۔ یا ہوسکتا ہے ہماری عبادت، ہماری تلاوت، ہماری نمازوں میں کوئی کمی رہ گئی ہو یا اس قابل نہ ہوں کہ وہ قبولیت کا مقام حاصل کر سکیں تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمالیں، اس لیے اس ماہ میں ہمیں پوری طرح خیرات وصدقات کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

بہر حال اس کی عظمتوں، برکتوں اور خصوصیتوں کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی حرمت کا پورا لحاظ رکھے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کا شاہی مہمان ہے، جو ہمارے پاس بوجھ بن کر نہیں، رحمت کی موج بن کر آتا ہے، اس لیے اس کے منافی کوئی کام نہ کریں۔

علماء نے لکھا ہے کہ: ''ایک یہودی نے اپنے بیٹے کو رمضان کے دن میں کھاتے دیکھا تو اُسے مارا کہ تو نے اس کی حرمت کو باقی نہ رکھا، کہتے ہیں کہ پھر اسی ہفتہ اس کا انتقال ہو گیا تو شہر کے کسی عالم نے خواب میں دیکھا کہ وہ جنت میں ہے، تعجب سے پوچھا: ''میاں! تم یہاں کیسے؟''

تو اس نے کہا: ''جب میری موت کا وقت آیا تو حرمتِ رمضان کی وجہ سے مجھے کلمہ پڑھا کر مشرف باسلام کر دیا گیا، اور الحمد للہ! میرا خاتمہ ایمان پر ہوا۔'' (نزہۃ المجالس، مترجم:۱/۳۲۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں رمضان المبارک کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ہماری تمام عبادات کو قبول فرمائے اور آخرت میں حضور اکرم ﷺ کی شفاعت کے طفیل جنت الفردوس نصیب فرمائے۔ آمین

……◆……

تراویح کے فضائل ومسائل

مولانا احمد جاوید صاحب

رمضان شریف کا مہینہ عالمِ روحانیت کا موسم بہار ہے۔ دن کو فرض روزہ رکھنا اور رات کو سنت تراویح ادا کرنا اس مبارک مہینہ کی مخصوص عبادات ہیں۔ حدیث مبارک میں ارشاد ہے: شَهْرٌ كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ وَسَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ۔ (سنن ابن ماجۃ: ص94، باب ماجاء فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے تم پر فرض فرمائے ہیں اور میں نے اس کے قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت قرار دیا ہے۔

اس ماہِ مبارک کی برکات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں ایک نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر کر دیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح: ج1، ص173)

اس لیے ان مبارک گھڑیوں کو غنیمت سمجھا جائے اور ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دینا چاہیے شائد آئندہ ہمیں یہ مقدس گھڑیاں نصیب ہوں یا نہ ہوں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ شَدَّ مِئْزَرَهُ ، ثُمَّ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهُ حَتَّى يَنْسَلِخَ ۔

(شعب الایمان للبیہقی: ج3، ص310)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر کَس لیتے اور اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے، یہاں تک کہ رمضان گزر جاتا۔ لیکن جب رمضان کی آخری دس راتیں آتیں تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہے کہ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لاَ يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهَا۔ (صحیح مسلم: ج1، ص372، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر الخ)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری دس دنوں میں جو کوشش فرماتے وہ باقی دنوں میں نہ فرماتے تھے۔

نیز امت کو بھی اس مہینے میں عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا

غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ (صحیح بخاری: ج1،ص10، باب تطوع قیام رمضان من الایمان)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رمضان میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے تراویح پڑھی تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں خود بھی بکثرت عبادت فرماتے تھے اور امت کو بھی بکثرت عبادت کی ترغیب دیتے تھے۔ اس لیے اس ماہ میں زیادہ سے زیادہ جتنی عبادت ہو سکے پوری ہمت اور کوشش سے کرنی چاہیے۔

قیام رمضان

قیام رمضان (تراویح) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت فرمایا۔ اسی پر حضرات خلفاء راشدین میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ، دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ مجتہدین وحضرات مشائخ رحمہم اللہ عمل پیرا رہے، بلاد اسلامیہ میں چودہ سو سال سے اسی پر عمل ہوتا رہا ہے اور امت کا اسی پر اجماع ہے۔ آنے والے سطور میں اس کی وضاحت آرہی ہے۔

لفظ تراویح

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَالتَّرَاوِيحُ جَمْعُ تَرْوِيحَةٍ وَهِيَ الْمَرَّةُ الْوَاحِدَةُ مِنَ الرَّاحَةِ كَتَسْلِيْمَةٍ مِنَ السَّلَامِ. (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج4 ص317)

ترجمہ: تراویح ''ترویحہ'' کی جمع ہے اور ترویحہ ایک دفعہ آرام کرنے کو کہتے ہیں، جیسے ''تسلیمہ'' ایک دفعہ سلام کرنے کو کہتے ہیں۔

تراویح کسے کہتے ہیں؟

''ترویحہ'' وہ نشست ہے جس میں کچھ راحت لی جائے۔ چونکہ تراویح کی چار رکعتوں پر سلام پھیرنے کے بعد کچھ دیر راحت لی جاتی ہے، اس لیے تراویح کی چار رکعت کو ایک ''ترویحہ'' کہا جانے لگا اور چونکہ پوری تراویح میں پانچ ترویحے ہیں، اس لیے پانچوں کا مجموعہ ''تراویح'' کہلاتا ہے۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سُمِّيَتِ الصَّلٰوةُ فِي الْجَمَاعَةِ فِي لَيَالِي رَمَضَانَ التَّرَاوِيحَ ؛ لِأَنَّهُمْ اَول ما اجتمعوا عليها كانوا يستريحون بين كل تسليمتين۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج4،ص317)

ترجمہ: جو نماز رمضان کی راتوں میں باجماعت ادا کی جاتی ہے اس کا نام "تراویح" رکھا گیا ہے، اس لیے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پہلی بار اس نماز پر مجتمع ہوئے تو وہ ہر دو سلام (چار رکعتوں) کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔

تراویح سنت مؤکدہ ہے:

حضور علیہ السلام نے قیام رمضان کو سنت قرار دیا ہے جیسا کہ ابھی باحوالہ گزرا ہے۔ آپ علیہ السلام کے بعد حضرات خلفاء راشدین اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی اس پر مواظبت فرمائی جیسا کہ ہم اس کا بیان کریں گے، اور یہی مواظبت دلیل ہے کہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الْمَهْدِيِّينَ الرَّاشِدِينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔ (سنن ابی داؤد: ج2، ص290، باب فی لزوم السنۃ)

ترجمہ: تم میری سنت کو اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (رضی اللہ عنہم) کی سنت کو اپنے اوپر لازم پکڑو اور اسے مضبوطی سے تھام لو۔

اس حدیث مبارک میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت پر لفظ "علیکم" (تم پر لازم ہے) اور عضواعلیھابالنواجذ (مضبوطی سے تھام لو) سے عمل کرنے کی تاکید فرمائی اسی طرح حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر بھی عمل کرنے کی تاکید فرمائی جو کہ تراویح کے سنت موکدہ ہونے کی دلیل ہے۔

باجماعت نماز تراویح؛ تین راتیں

آپ علیہ السلام سے تراویح کی جماعت صرف تین دن ثابت ہے، پورا مہینہ آپ علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہ کو کوئی نماز نہ پڑھائی جیسا کہ احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتَّى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا

قِيَامَ هَذِهِ اللَّيْلَةِ. قَالَ فَقَالَ : إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلَّى مَعَ الإِمَامِ حَتَّى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهُ قِيَامُ لَيْلَةٍ- قَالَ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهُ وَنِسَاءَهُ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتَّى خَشِينَا أَنْ يَفُوتَنَا الْفَلاَحُ. . . . ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ.

(سنن ابی داوٗد ج1 ص204، باب فی قیام شہر رمضان)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے، آپ نے پورا مہینہ ہمیں رات میں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ سات دن باقی رہ گئے تو (تیئسویں رات میں) آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ تہائی رات گزر گئی جب چھ دن رہ گئے تو نماز نہیں پڑھائی پھر جب پانچ دن رہ گئے تو نماز پڑھائی (یعنی پچیسویں رات میں) یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اگر آپ اس رات کے باقی حصے میں بھی ہمیں نفل پڑھا دیتے تو کیا ہی اچھا ہوتا! آپ نے فرمایا: جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز (عشاء) پڑھے پھر اپنے گھر واپس جائے تو اسے پوری رات کے قیام کا ثواب ملے گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب چار دن باقی رہ گئے تو آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی، جب تین دن باقی رہ گئے تو آپ نے اپنے گھر والوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کو جمع کیا اور نماز پڑھائی (یعنی ستائیسویں رات) اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ ہم سے سحری رہ جائے گی، پھر باقی ایام بھی آپ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی۔

......✦......

عید الفطر کی فضیلت وحکمت احادیث کی روشنی میں

مفتی محمد خالد حسین نیموی

اللہ رب العالمین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں جو دین عطا فرمایا ہے وہ تمام دینی واخروی فلاح کا جامع ہے، یہاں بندگی، خود سپاری عجز انکساری، تواضع طاعت وعبادت کے مظاہر کے ساتھ خوشی ومسرت کے مواقع بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں ہمیں عبادات کی بجا آوری کی تلقین فرمائی وہیں ان عبادات کو پورے اہتمام کے ساتھ ادا کرنے والوں کے لیے انعامات کا بھی ذکر فرمایا۔ رمضان المبارک میں بندہ روزہ رکھ کر بھوک و پیاس کی شدت برداشت کر کے، ذکر و اذکار، تلاوت قرآن کریم تراویح اور قیام اللیل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی تگ و دو میں شب وروز پورے مہینہ مصروف رہتا ہے جب وہ ممکنہ حد تک اس ماہ مبارک کا حق ادا کرتا ہے تو منزل قریب آجاتی ہے اور اللہ رب العزت عید الفطر کی صورت میں اسے انعام اکرام سے نوازتا ہے۔

عید کے عنوان سے اسے خوشی ومسرت کے اظہار کا بھی موقع ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفرت کا پروانہ بھی ملتا ہے۔

عید کا دین اہل ایمان کے لیے خاص اہمیت کا حامل ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ نے دو دن کھیل کود کے لیے مقرر کر رکھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ دو دن کیا (اہمیت رکھتے) ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) ہم ان دو دنوں میں ایامِ جاہلیت میں کھیلتے کودتے (اور خوشی مناتے) تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان دونوں کی جگہ ان سے بہتر

خوشی کے دو خاص مواقع مرحمت فرمائے ہیں: (1) عید الفطر اور (2) عید الاضحیٰ۔

(مسند احمد ابن حنبل 3/ 250، رقم: 13647 سنن ابوداود: ٤، ١١٣، النسائی ١٧٩٣)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی عیدیں شریعت کی طرف سے متعین ہیں لہذا اپنی طرف سے کوئی عید ایجاد کرنا یا کسی خاص موقع کو عید سے معنون کرنا درست نہیں ہوگا بلکہ ایسا کرنا بدعت کے دائرہ میں آئے گا۔

عید سے قبل والی رات کو لیلۃ الجایزہ یا انعام والی رات کہتے ہیں، جس کی مستقل فضیلت ہے۔

حضرت سعید بن اوس انصاری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو فرشتے راستوں کے کناروں پر کھڑے ہو کر پکارتے ہیں: اے مسلمانوں کی جماعت! کرم والے رب کی بارگاہ کی طرف چلو! وہی تمہیں نیکی کی توفیق عطا فرما کر احسان فرماتا ہے۔ پھر اس نیکی پر بہت بڑا ثواب عطا فرماتا ہے۔ تمہیں راتوں کو قیام کا حکم دیا گیا تو تم نے قیام کیا، دن کے روزے رکھنے کا حکم دیا گیا تو تم نے روزے بھی رکھے، اور تم نے اپنے پروردگار کی اطاعت وفرمانبرداری کی۔ اب اس کا انعام حاصل کرلو۔ پھر جب لوگ نماز پڑھتے ہیں تو ایک ندا دینے والا ندا دیتا ہے: سن لو! تمہارے رب نے تمہیں بخش دیا ہے، خیرات وبرکات سمیٹتے ہوئے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ کیونکہ یہ انعام واکرام کا دن ہے۔ آسمانوں میں اس دن کا نام یوم الجائزہ (انعام کا دن) ہے۔

(الطبرانی في الکبیر (ج 1/ رقم 617)، وعند أبونعیم في "معرفۃ الصحابۃ" (996)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اُترتے ہیں، اور ہر اس شخص پر سلام بھیجتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا ذکر میں مشغول ہوتا ہے۔ جب ان کی عید کا دن یعنی عید الفطر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان عبادت گزار بندوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے میرے فرشتو! اُس مزدور کی اُجرت کیا ہونی چاہیے جو اپنا کام پورا کردے؟ وہ عرض کرتے ہیں: الٰہی! اس کی اُجرت یہ ہے کہ اسے پورا پورا اجر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے فرشتو! میرے بندوں اور بندیوں نے اپنے ذمہ واجب الادا میرا فریضہ ادا کر دیا ہے۔ پھر جب وہ مجھ سے دعا کرتے ہوئے دستِ طلب دراز کریں تو مجھے اپنی عزت، اپنے جلال، اپنی سخاوت، اپنی بلند شان اور رفعتِ مکانی کی قسم! میں ان کی دعا ضرور قبول کروں گا۔ پھر (اپنے بندوں سے) فرماتا ہے: لوٹ جاؤ، میں نے تمہیں بخش دیا اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پھر

یہ لوگ بخشش یافتہ ہو کر لوٹتے ہیں۔(رواہ ابوالشیخ وابن حبان فی کتاب الثواب،فضائل الاوقات للبیہقي (ص:251))۔

لیکن عید کی خوشی صرف یہ نہیں کہ اپنی یا اپنے اہل خانہ کی خوشی کا انتظام کیا جائے، بلکہ اس موقع پر ضرورت مندوں اور پریشان حال لوگوں کو بھی اپنی خوشی میں شامل کرنا چاہیے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں عید الفطر کے دن حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم اپنے فقراء بھائیوں کو کھانا کھلائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: جس نے کسی ایک کو کھانا کھلایا اسے جہنم سے آزاد کر دیا جائے گا،جس نے دو کو کھانا کھلایا اس کے لیے شرک اور نفاق سے پاک ہونا لکھ دیا جائے گا اور جس نے تین کو کھانا کھلایا اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم روٹی اور گوشت، روٹی اور زیتون کا تیل، روٹی اور دودھ کھلائیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: تم سالن کے ساتھ کھانا کھایا کرو، تمہاری زندگی تمہارے لیے اُلفت کا باعث ہوگی۔

عثمان بن ابی العاتکۃ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے عید الفطر کے خطبہ میں فرمایا: (لوگو!) کیا تم جانتے ہو کہ آج تم کیوں اپنے گھروں سے باہر نکلے ہو؟ تم نے تیس دن روزے رکھے ہیں اور تم نے تیس راتیں قیام کیا ہے۔لہٰذا آج تم اپنے رب سے سوال کرنے آئے ہو کہ وہ تمہاری ان عبادات کو قبول فرمائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس حال میں میرے یہاں تشریف فرما ہوئے جب کہ میرے پاس انصار کی دو لڑکیاں جنگ بُعاث میں اپنے قبیلہ کی شجاعت و بہادری کے واقعات گا گا کر بیان کر رہیں تھیں یہ عید کے دن کی بات ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ یہ (پیشہ ور) گانے والیاں نہ تھیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ناپسندیدگی ظاہر کرتے ہوئے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں شیطانی باجہ!۔اس پر ابوبکر کو مخاطب کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔(متفق علیہ)

امام مسلم کی روایت میں ہے کہ وہ دونوں لڑکیاں دف بھی بجا رہی تھیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عید کے موقع پر حدود میں رہتے ہوئے خوشی کے اظہار کے مختلف جائز طریقوں کے استعمال کی بھی اجازت ہے۔اس کی مزید تائید ذیل کی روایت سے ہوتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہلِ حبشہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشی میں اپنے سامانِ حرب کے ساتھ رقص کیا اور

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کا دن ان کے نزدیک (تمام خوشیوں اور) عید کے دنوں سے بڑھ کر تھا۔ (عسقلانی، فتح الباری، 443:2)

یہ چوں کہ محض شکرانہ کی نماز ہے اس لیے محض دو رکعت مقرر کی گئی، نہ اس سے پہلے سنت ہے نہ اس کے بعد۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز دو رکعت پڑھی نہ اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ اسکے بعد۔ (صحیح البخاری: ٩٦٤، مسلم: ٨٨٤)

واضح رہے کہ عید کی نماز پڑھنا واجب ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ادائیگی کا حکم فرمایا ہے۔ نیز عید کی نماز دو رکعت ہے جو عید گاہ، مسجد یا باہر میدان میں پڑھی جائے گی

عید کی نماز میں پہلی رکعت میں قرائت سے پہلے تین زائد تکبیریں، تکبیر تحریمہ کے ساتھ ملا کر چار اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے تین تکبیریں ہیں۔ تکبیر رکوع کے ساتھ ملا کر چار۔

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک ہم نشین ابوعائشہ نے بتایا کہ میں نے حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح تکبیر کہتے تھے؟ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ (ہر رکعت میں) چار تکبیریں کہتے تھے جیسا کہ آپ نماز جنازہ میں کہتے تھے۔ حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سچ کہتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے (مزید) بتایا کہ جب میں بصرہ والوں پر حاکم (گورنر) بنایا گیا تو میں وہاں بھی اسی طرح تکبیریں کہا کرتا تھا۔ ابوعائشہ نے کہا کہ (اس سوال و جواب کے موقع پر) سعید بن العاص کے ساتھ موجود تھا۔

[سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 1150، نماز کا بیان: عیدین کی تکبیرات کا بیان]

عید کی نماز کیلئے نہ ہی اذان کہی جائیگی اور نہ ہی اقامت کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز بغیر اذان واقامت کے پڑھی ہے (ابوداود: ١١٤٧)

دو رکعت نماز کے بعد امام صاحب عید کا خطبہ دیں گے عید کے اس خطبے میں امام صاحب لوگوں کو نصیحت کریں گے اور ضروری اُحکام بیان کریں گے۔

حضرت ابوسعید الخذری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید

الا ٔضحیٰ کو جب نماز کیلئے نکلتے تو سب سے پہلے نماز پڑھتے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے، لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے آپ انھیں وعظ فرماتے اور حکم دیتے۔ (صحیح البخاری:۹۵٦)

عید کی نماز کے عیدگاہ یا مسجد کی طرف پا پیادہ جانا چاہیے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سنت کا طریقہ یہ ہے کہ عید کے لئے پیدل چلکر جائے اور نکلنے سے قبل کچھ کھا کر نکلے۔ (سنن الترمذی: ۵۳، سنن ابن ماجہ:۱۲۹٤)

عید الفطر کی نماز کے لئے نماز نکلنے سے پہلے کچھ کھا پی کر جانا سنت ہے؛ اگر وہ چیز میٹھی ہو یا کھجور یا چھوارے ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔ جب کہ عید الاضحیٰ کے دن بغیر کچھ کھائے جانا چاہئے۔

عید کے دن کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ جمعہ کی طرح اس دن غسل کرے اور اچھے سے اچھا کپڑا زیب تن کرے اور خوشبو استعمال کرے۔ اور آنے اور جانے میں راستہ تبدیل کرے (بخاری:۹۸٦)

نیز عیدگاہ جاتے وقت راستے میں تکبیر کہتا جائے۔

تکبیرات مندرجہ ذیل ہیں

الله أكبر الله أكبر لاإله إلا الله .... والله أكبر الله أكبر ولله الحمد.

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ کی کبریائی کا یہ اعلان ہی درحقیقت عید الفطر کا اصل پیغام ہے۔

اگر اللہ کی بڑائی اور اس کے سامنے جوابدہی کا احساس دل ودماغ میں جاگزیں ہو گیا تو روزہ کا مقصد بھی حاصل ہو گیا اور عید کی شادمانی وشادکامی بھی حاصل ہو گئی، اللہ تعالیٰ ہمیں تقوی کی صفات سے آراستہ فرمائے۔ آمین

......✦......

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ

مولانا سید فضیل احمد ناصری

استاذ حدیث جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

امام العصر علامہ کشمیریؒ کے شاگردوں کی بات آئے اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ پردۂ خفا میں رہ جائیں ناممکن ہے۔ فولادی شخصیت۔ آہنی عزائم۔ پرجوش زندگی۔ پرہوش قیادت، وقاد طبیعت۔ اخاذ ذہانت۔ سراپا مجاہدہ۔ پیکر قربانی۔ فرنگ کے جانی دشمن۔ جذبۂ حریت سے سرشار۔ عزائم کے پہاڑ۔ تقریر شیر کی دھاڑ۔ سیاست ان کی کلائی کی گھڑی۔ بصیرت ان کے ہاتھ کی چھڑی۔ خطابت ان کے خون میں۔ قرآن فہمی ان کی رگ و پے میں۔ خودداری اور خودی کا سرچشمہ۔ قید خانے کو درس گاہ بنانے کا ہنر۔ قادیانیت کے لیے برق و رعد۔ اپنوں کے حق میں رحیم۔ غیروں کے حق میں عذاب الیم۔ بقول ڈاکٹر اقبال:

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم ✦ دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

ایسا مجاہد جس کے بغیر تاریخ آزادی نامکمل ہے۔ کبھی گاندھی سے ملاقات، گاہے محمد علی جناح سے گفت وشنید۔ اپنے آخری سفر حج میں ایک وفد کی قیادت کرتے ہوئے شاہ سعود اول سے بھی ملے۔ وفد میں مشہور عربی ادیب مولانا وحید الزماں کیرانویؒ بھی تھے، جو اس وقت لدھیانوی المغفور کے پرسنل سکریٹری تھے۔ گیسوئے وطن کی آرائش کی خاطر بارہا پابہ جولاں ہوئے۔ دھرم سالہ جیل میں چھ سال رہے۔ صحت کی عمارت تیزی سے گرتی رہی اور وہ بے پروائی سے دیکھتے رہے۔ سخن دل نواز اور دل نشیں انداز۔ رشتۂ کار میں پڑی ہوئی الجھنوں کو چٹکیوں میں حل کرنے میں ماہر۔ تدبیر و تدبر کی غیر معمولی صلاحیتوں سے بہرہ اندوز۔ اصابت رائے اور حاضر جوابی میں طاق۔ نیو سینٹرل جیل ملتان سے 20/فروری 1933ء کو جب ان کی رہائی عمل میں آئی تو مفتیٔ اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی نے ایک طویل نظم لکھی، جس کا عنوان تھا: خدمتِ خَلق بود خُلقِ حبیب الرحمن۔

مولانا کا خاندان

مولانا لدھیانوی ایک روایت کے مطابق خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی نسل سے تھے۔

مسقط الراس لدھیانہ صوبہ پنجاب ہے۔ خاندان کے قریبی اجداد بھی علم وفضل میں ممتاز تھے۔ ان کا نسب نامہ دیکھیے:

’’رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی ابن حضرت مولانا زکریا لدھیانوی ابن حضرت مولانا محمد لدھیانوی ابن حضرت مولانا عبد القادر لدھیانوی ابن مولانا و حافظ حضرت مولانا عبدالوارث لدھیانوی ابن خلیفہ جان محمد۔

رئیس الاحرار کے چوتھے دادا مولانا وحافظ جان محمد کہتے ہیں کہ میں اور میری اولاد تاریخ اسلام کے مشہور سپہ سالار محمد ابن قاسم کے ہمراہ ہندوستان آئے۔ ہمارا تعلق حضرت عمر ابن عبدالعزیز کے قریبی رشتہ داروں سے ہے۔ مولانا عبد الوارث لدھیانوی نابینا تھے، مگر علم کے سمندر۔ مشہور ہے کہ ان کے علوم حضرت خضر علیہ السلام سے حاصل شدہ تھے۔ (فتویٰ تکفیر، ص:11)

یہی وہ جلیل القدر خانوادہ ہے، جس نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ سب سے پہلے دیا۔ اس سے قبل مرزا قادیانی مسلمان سمجھا جاتا تھا۔ مولانا کے دادا مولانا محمد لدھیانوی، ان کے بھائی مولانا عبدالعزیز لدھیانوی اور مولانا عبداللہ لدھیانوی نے 1884ء میں مرزا کی تکفیر کی تھی، جس کی تائید علمائے حرمین شریفین نے بھی کی تھی۔ اس سلسلے میں علمائے دیوبند سے بھی رابطہ کیا گیا تھا۔ اس وقت دارالعلوم دیوبند کے اکابر اسے مسلمان ہی جان رہے تھے۔ اکابر دیوبند سے انہوں نے کافی ردوقدح بھی کی تھی۔ صنادیدِ دارالعلوم کو شرح صدر ہوتے ہوتے کئی سال گزر گئے۔ بالآخر ساتویں سال یعنی 1891ء میں انہیں بھی فتویٰ دینا پڑا۔ پنجاب میں انگریز سامراج کے خلاف 1857ء میں فرضیتِ جہاد کا فتویٰ دینے والے بزرگ مولانا کے پردادا مولانا عبد القادر لدھیانویؒ تھے، جن کی روشنائی نے شاطر فرنگ کی نیند اڑادی تھی۔ یہ فتویٰ نصرۃ الابرار کے عنوان سے مرتب کیا گیا تھا اور اس پر ممتاز اہلِ علم نے دستخط کئے تھے، پھر اسے اخبار میں شائع بھی کرایا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہندوستان کے دیگر علما انتشار اور گومگو میں تھے کہ ولایتی حکومت کے خلاف فتویٰ جاری کریں یا نہ؟ دہشت نے سب کے موئے قلم جام کر دیئے تھے۔

نئے ستارے کا طلوع

مولانا کی ولادت 3/ جولائی 1892/ مطابق 11/ صفر 1310ھ بہ روز اتوار بہ وقت صبح ہوئی۔ اپنے والدین کی پہلی اولاد تھے۔ ان کے والد مولانا محمد زکریا المغفور بھی بڑے پائے کے عالم تھے۔ تحریک آزادئ ہند میں ان کی بھی بڑی خدمات ہیں۔ قادیانیت کے خلاف ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔

تعلیمی چمنستانوں کی سیر

بچپن ابھی ابتدائی مرحلے میں ہی تھا کہ والدین نے انہیں دینی تعلیم دینے کی غرض سے مکتب میں بٹھا دیا۔ پھر منزل بہ منزل انہیں دوسرے درجات میں داخلہ دلاتے رہے۔ مولانا نے کہاں کہاں پڑھا، انہیں کی زبانی سنیے۔ منٹگمری جیل میں اسیری کے دوران اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں:

’’قرآن مجید اور اردو کی ابتدائی تعلیم گھر کے مدرسہ لدھیانہ میں ہی پائی۔ تین کلاس تک کی تعلیم مدرسہ حقانی میں حاصل کی، جو مولانا نور محمد صاحب لدھیانوی نے جاری کیا تھا۔ طالب علمی کے زمانے میں میری والدہ مرحومہ بیمار ہو گئیں۔ کئی ماہ تک شدید بیمار رہیں۔ میرے والد کے ماموں مولانا عبدالواحد صاحب والدہ کو اپنے گھر لے گئے۔ والدہ مرحومہ کا علاج انہوں نے خود کیا۔ مولانا عبدالواحد صاحب ولی کامل ہونے کے علاوہ بہت اچھے حکیم بھی تھے۔ میرے چھوٹے بھائی مولانا محمد یحییٰ ان دنوں ابتدائی کتابیں پڑھتے تھے۔

میں بچپن ہی سے زیادہ سوچنے کا عادی تھا۔ اپنے گھر کی مالی مشکلات، غربت وافلاس کو دیکھ کر اس کے مطابق اپنی زندگی کو چلاتا تھا۔ والدہ کی صحت کے بعد مجھے پڑھنے کی طرف زیادہ دھیان ہوا۔ تب میرے والد نے مجھے نکودر ضلع جالندھر کے عربی مدرسہ میں داخل کر دیا۔ مجھ سے پہلے اس مدرسے میں مولانا عبداللہ صاحب داخل ہو چکے تھے۔ ہمارے استاد وقت کے بہت بڑے درویش اور بزرگ حافظ محمد صالح صاحب اس مدرسہ کے مہتمم تھے۔ گلاؤٹھی کے مشہور عالم مولانا عبداللہ صاحب اس مدرسہ کے صدر مدرس تھے۔ انہیں دنوں مولانا عبداللہ صاحب فاروقی کوٹلوی بھی مدرس ہو کر تشریف لائے۔ مولانا عبداللہ صاحب کے والد میرے دادا مرحوم کے شاگرد تھے، اس لیے انہوں نے مجھے بجائے مدرسہ کے اپنے گھر پر رہنے کے لیے کہا۔ میں ان کے گھر رہنے لگا۔ کچھ چھوٹی کتابوں کا سبق بھی ان سے پڑھتا رہا۔ اگرچہ مولانا عبداللہ صاحب مجھ سے عمر میں بڑے ہیں، لیکن آج وہ میرے عزیز دوست اور پیر بھائی ہیں۔ دو سال تک اس مدرسہ میں پڑھتا رہا۔ اس کے بعد والد صاحب نے مجھے امرتسر مولانا نور احمد صاحب مرحوم کی خدمت میں پڑھنے کو بھیج دیا۔ حضرت مولانا کا مدرسہ شیخ بڈھے کی مسجد چوک فرید میں تھا۔ اسی مسجد میں مولانا خود بھی رہتے تھے۔ مولانا نور احمد صاحب پسرور ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ اس زمانے کے شیخ، محدث اور شب بیدار بزرگ تھے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب کئی

سال مکہ معظّمہ میں رہے تھے۔ مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی کے شاگرد تھے اور حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ مولانا نور احمد صاحب کے پڑھانے میں کچھ ایسی برکت تھی کہ سبق پڑھتے ہی پڑھتے یاد ہو جاتا تھا۔ مولانا نور احمد صاحب نے مجھے ایک نابینا حافظ سے علم تجوید کے مطابق قرآن مجید پڑھنے کی مشق کروائی۔'' (مضامین رئیس الاحرار، ص:50,49)

دارالعلوم دیوبند میں داخلے کی دل چسپ داستان

ادھر تعلیم کا سلسلہ جاری تھا۔ ادھر ملکی اور بین الاقوامی حالات پیچ در پیچ ہوتے جا رہے تھے۔ انگریز کی ریشہ دوانیاں ہر جگہ عروج پر تھیں۔ مسلم ریاستوں پر ان کی قزاقانہ نگاہوں سے مسلمان چیں بہ جبیں تھے۔ مولانا ابھی نوخیز تھے۔ عمر اس وقت بائیس برس کی تھی۔ ان قیامت خیزیوں نے بہت رنجور کیا۔ اپنے شہر میں ایک اجلاس منعقد کیا اور سفید فاموں کے خلاف آتش ناک تقریر کر ڈالی۔ پھر کسی طرح دارالعلوم دیوبند لے جائے گئے۔ یہ پوری داستان بڑی حیرت انگیز ہے۔ انہیں کے قلم سے سنیے:

''1914ء تک مولانا نور احمد صاحب کے مدرسہ میں ہی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ بلقان وار کے زمانے میں لدھیانہ آیا ہوا تھا۔ ترکوں پر انگریزی مظالم کی خبریں پڑھ کر میرا دل ودماغ بڑا بے چین رہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ انگریزوں کے خلاف کچھ کروں، لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا کروں؟ اپنی اس بے بسی پر گھنٹوں مسجد میں بیٹھ کر دعا کر کے رویا کرتا تھا۔ دوستوں اور ساتھیوں سے اپنے جذبات کا اظہار کیا تو انہوں نے میری باتیں سن کر شہر میں اسلامیہ اسکول کے سامنے والے میدان میں جلسہ کرنے کا اعلان کر دیا۔ جلسہ کا عنوان تھا: آج مولانا حبیب الرحمن کا وعظ ہوگا اور ترکوں کی ہمدردی میں بھی تقریریں ہوں گی۔ اس اعلان کا ہونا تھا کہ شہر کے ہندو مسلمان ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ جلسے میں شہر کے امرا، رؤسا، وکلا، ڈاکٹر، غرضے کہ ہر طبقہ وخیال کے لوگ موجود تھے۔ سی آئی ڈی کے رپورٹر بھی خاصی تعداد میں موجود تھے۔ اسٹیج پر میں تھا یا میرے چند نوجوان ساتھی۔ اور کسی کو یہ توفیق یا ہمت نہ تھی کہ وہ اسٹیج پر آ کر بیٹھ بیٹھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک ترکوں کی حمایت میں میری تقریر ہوئی۔ تقریر سن کر لوگوں کے دلوں میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ 1857ء کے بعد اپنی نوعیت کا یہ پہلا جلسہ تھا۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد میں گھر آ گیا۔ رات بھر مجھے بڑی خوشی رہی۔ اسی رات میرے والد صاحب کے پاس ان کے ایک دوست آئے اور کہا کہ آپ کے صاحبزادے حبیب الرحمن دادا پردادا کے رنگ پر جا رہے

ہیں۔ میرا خیال ہے کہ صاحبزادہ پر جذبۂ شہادت سوار ہے۔ پھانسی سے کم ان کو سزا نہ ہوگی، اس لیے آپ انہیں مناسب طریقے پر چلائیے۔ حالات ایسے نہیں کہ اتنی تیزی دکھائی جائے۔ والد صاحب نے ان سے تو کچھ نہیں کہا، لیکن دوسری صبح کو مجھے لے کر دیوبند روانہ ہو گئے۔ دیوبند میں مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی سرپرستی میں مجھے دارالعلوم میں داخل کرا دیا۔ میری تقریر کا سارا قصہ مہتمم صاحب کو سنا دیا۔ مہتمم صاحب نے اس بارے میں مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ انہوں نے میری دیکھ بھال اور نگرانی کچھ اس انداز سے کی جس کی وجہ سے میں انہیں اپنا پہلا سیاسی استاد مانتا ہوں۔ مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند میرے جذبات کی بڑی قدر کرتے تھے۔ سیاسی رموز ونکات سمجھایا کرتے۔ اکثر پرانے بزرگوں کے سیاسی حالات ان سے سنے۔ مدرسہ میں مجھے اطمینان اور سکون قلب حاصل ہوا۔ مدرسہ میں اندرونی طور پر نہایت گہری سیاسی تنظیم اور تحریک چل رہی تھی، جو میرے جذبات کے عین مطابق تھی۔''(مضامین رئیس الاحرار، ص:51,50)

علامہ کشمیریؒ کی درس گاہ میں

دارالعلوم میں مولانا نے چار سال پڑھا۔ 1917ء میں وہاں سے نکلے۔ دیوبند میں ان کی آمد کا پس منظر آپ نے پڑھ ہی لیا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان کا داخلہ دارالعلوم میں باقاعدہ نہیں ہوا، بلکہ ان کی تعلیم و تربیت شخصی طور پر ہوئی۔ ان کے اسباق مکمل طور پر امام العصر علامہ کشمیریؒ سے منسلک کر دیے گئے تھے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ خاکسار نے دارالعلوم سے ان کا تعلیمی ریکارڈ طلب کیا تو وہاں سے تحریری جواب آیا کہ موجود نہیں۔ دارالعلوم میں ان کی پڑھائی کی نوعیت کیا تھی انہیں کی زبانی سنیے:

''تعلیم کے سلسلے میں اسباق حضرت شیخ الاسلام خاتم المحدثین حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھے۔ مجھے فہم قرآن اور علم حدیث میں جو کچھ بھی حاصل ہوا وہ سب حضرت شاہ صاحب کی خاص توجہ اور فیضان محبت کا نتیجہ ہے۔ میں سبق کے بعد شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہتا، شاہ صاحب بڑی شفقت ومحبت سے مجھے خدمت کرنے کا موقع دیتے۔''(مضامین رئیس الاحرار، ص:52)

فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری قدس سرہ لکھتے ہیں:

''مولانا مرحوم ایک وقاد طبع ہونے کے باوجود طالب علمی ہی میں سیاسی جھمیلوں میں اس طرح الجھ کر رہ گئے کہ طالب علمی کی واقعی مراعات وہ قائم نہ رکھ سکے۔''(لالہ وگل جدید، ص:198)

عملی زندگی کا مجاہدانہ آغاز

دار العلوم سے نکل کر مولانا نے عملی زندگی کا آغاز مجاہدانہ انداز میں کیا۔ درس وتدریس میں مشغولی کے بجائے خم ٹھونک کر اسی کاروانِ عزیمت میں شامل ہو گئے، جس کا بگل شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبد العزیز دہلویؒ اور ان کے لدھیانوی اجدادِ گرامی نے بجایا تھا۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی قیادت میں ہندوستان کی جنگ آزادی میں بے خطر کود گئے اور ساری زندگی اسی کی زلفِ گرہ گیر میں الجھ کر گزار دی۔ جیلوں اور ان کی عقوبتوں نے ان کے ارادے مسمار نہیں کیے، بلکہ وہ کہتے رہے:

بڑھتا ہے ذوقِ جرم یہاں ہر سزا کے بعد ✦ یہ وہ نشہ نہیں جسے تلخی اتار دے

کچھ مجلس احرار اسلام کے بارے میں

مولانا مرحوم کو رئیس الاحرار کہا جاتا ہے، سو اس کا پس منظر بھی جاننا ضروری ہے۔ مجلس احرار ایک سیاسی وملی پارٹی تھی۔ مرحوم مولانا جس کے بارہا صدر رہے۔ ان کا دورِ صدارت احرار پارٹی کا عہد شباب تھا، پچاس ہزار رضا کاران کی ریاست میں کام کرتے۔

یہ سرفروش مجلس 29 / دسمبر 1929ء میں قائم ہوئی۔ نام مولانا ابوالکلام آزاد نے رکھا۔ اس کے پہلے صدر امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور پہلے سکریٹری مولانا سید محمد داؤد غزنوی منتخب ہوئے۔ اس کے بانیوں میں چودھری افضل حق، مولانا سید داؤد غزنوی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی، خواجہ عبد الرحمن غازی اور مولانا مظہر علی اظہر جیسے نامی گرامی لوگ تھے۔

مجلس احرار نے جہادِ حریت سمیت متعدد میدانوں میں اپنی خدمات پیش کیں۔ اس کے جاں نثارانہ نقوش رہتی دنیا تک کے لیے جریدۂ عالم پر ثبت ہیں۔ تحفظ ختم نبوت میں بھی سرفروشوں کی اس جماعت نے دل کھول کر حصہ لیا اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ مسیلمۂ پنجاب اور اس کے اذناب کی اس نے ایسی ہوا اکھیڑی کہ قادیانیت اس کی چبھن آج بھی محسوس کرتی ہے۔

مولانا مرحوم کئی بار اس کے صدر رہے۔ پہلی مرتبہ صدارت کب آئی؟ تحقیق کے ساتھ کہنا مشکل ہے۔ البتہ اتنا طے ہے کہ مولانا ایک سال کے بعد ہی غالباً صدر نشیں ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر انصاری کے نام خط کے اخیر میں بہ حیثیت صدر ان کا نام لکھا ہے۔ یہ مکتوب 24/ جولائی 1931ء کو لکھا گیا تھا۔ (رئیس الاحرار، ص:146)

تحریکِ آزادی کی خاطر پسِ دیوارِ زنداں

مولانا مرحوم کی زندگی کا بہت بڑا حصہ سیاست اور تحریکِ آزادی کی نذر ہو گیا۔ انگریزی اقتدار کے خلاف جد و جہد میں انہیں بار بار جیل جانا پڑا۔ کبھی گجرات، کبھی ملتان، کبھی لدھیانہ۔ اس کی پوری روداد تفصیل طلب اور عبرت انگیز ہے۔ ان کے سب سے چھوٹے صاحب زادے مولانا محمد احمد رحمانی صاحب نے جو خلاصہ پیش کیا ہے، وہی حاضر خدمت ہے:

''1921 کی تحریک آزادی میں آپ کو پہلی مرتبہ گرفتار کر لیا گیا اور پورے دو سال جیل خانے میں بند رہنا پڑا۔ 1921 سے 1947 تک بارہا آپ کو انگریزی سامراج نے گرفتار کیا۔ ملک وملت کے لیے ہر محاذ پر آپ کو بطور قائد اور رہنما کے ملک گیر جماعتوں اور اصحاب رائے لوگوں نے مانا۔ تقریباً 15 برس جو آپ کی جوانی کا بہترین زمانہ تھا، ملک، قوم اور اسلام کے لیے آپ نے انگریزی سامراج کی قید میں گزار دیا۔ آخری مرتبہ دسمبر 1940ء میں آپ کو لاہور سے گرفتار کیا گیا اور مئی 1945 کو دیول کانفرنس کے موقع پر آپ کو بات چیت کے لیے غیر مشروط طور پر رہا کیا گیا۔ اگست 1947 میں انگریز ملک کو دو ٹکڑے کر کے یہاں سے رخصت ہوا۔ تقسیم ملک کے بھیانک اعلان کے ساتھ ہی ہندوستانی اقوام آپس میں لڑنے جھگڑنے لگیں اور حالات ایسے خراب ہوئے کہ مجاہد جلیل رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن جیسے قائد، وطن پرور اور ملک کے بہی خواہ کو بھی اپنے وطن سے بے وطن ہونا پڑا، اور آپ تمام خاندان سمیت دہلی کے کوچہ رحمان میں رہائش اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔'' (مضامین رئیس الاحرار، ص: 24)

بقول امیر مینائی:

کبابِ سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں ✦ جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

گھر بار لٹ گیا، ہاتھ خالی رہ گیا

مولانا نے عنفوانِ شباب میں ہی تحریک آزادی میں قدم رکھ دیا تھا۔ شروع میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ پھانسی کی سزا سے بال بال بچ گئے تھے۔ ان کی پوری زندگانی جد و جہد و آزادی میں گزری۔ بارہا جیل گئے۔ طول طویل نظر بندی بھی جھیلی۔ ان کی فیروزہ بختی کہ آزادی کا جو خواب انہوں نے طفولیت میں دیکھا تھا جیتے جی اس کی تعبیر بھی انہیں مل ہی گئی، مگر جس انداز میں ملی اس کی توقع انہوں نے قطعاً نہیں کی ہوگی۔

ملک آزاد ہوا تو اس طرح کہ ان کا گھر بار بھی لٹ گیا اور انہیں پنجاب چھوڑ کر دہلی میں جلاوطنی کی زندگی گزارنی پڑی۔

میدانِ خطابت میں شعلہ نوائی

سامراج دشمن تحریک نے رئیس الاحرار کو خطابت کا شہ سوار بھی بنا دیا تھا۔ اپنے زور بیان اور جوش تکلم سے انہوں نے خوب خوب کام لیا۔ جن تحریکات میں ان کی شمولیت رہی، ان کے پلیٹ فارم سے اپنی آواز پورے عالم تک پہونچائی۔ ان کی آتش بیانی کیا رنگ رکھتی تھی اور ان کی شعلہ گفتاری کیا گل کھلاتی تھی فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیریؒ سے سنیے:

> ''مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی تقریر اور خطابت بھی ایک امتیازی وصف لیے ہوئے ہوتی تھی۔ وہ بالعموم کرسی پر بیٹھ کر تقریر کرتے اور ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھ لیتے اور ان کے خطابت کی غزل شروع ہوتی۔ غزل کی طرح ہر مصرع جدا ہوتا۔ لب و لہجے کی شوکت، بھاری بھرکم انداز۔ جس بات کو کہتے وقیع انداز میں۔ جس مصرع کو اٹھاتے قیامت بنا دیتے۔ ایک مصرع سنانے کے بعد اپنے داہنے ہاتھ سے داڑھی کو موڑتے اور ہونٹوں میں دبا لیتے۔ وہ دوران خطابت اس کا بھی اندازہ لگا لیتے کہ مجمع ان کی منثور غزل سے کس حد تک متاثر ہو رہا ہے؟ ٹھیک ان اوقات میں چشمے کے نیلگوں گلاس کے عقب سے وہ اپنی عقابی نظروں کو اذہان کے تجسس میں روانہ کرتے اور احتساب کے بعد مصرع ثانی اٹھاتے۔ تقریر پنجابی آمیز اردو میں ہوتی۔ وہ بین الاقوامی سیاست پر تبصرہ کرنے کے بعد اچانک مجمع سے کہتے: میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کبھی کبھی اپنی پارٹی کی عظیم اکثریت کا بیان کرتے تو لہجے کی پوری قوت واستحکام سے فرماتے: میرے پاس نصف لاکھ تعداد میں رضا کار ہیں۔ یہ ہندوستان کی تمام قوم پرور پارٹیوں میں ایک منفرد خصوصیت ہے۔ فرنگی سیاست کے تار و پود کو بکھیرتے۔ ملکی سیاست پر تبصرہ ہوتا اور بین الاقوامی سیاسی مد وجزر کی نشان دہی کرتے۔ تقریر کا اختتام بھی بہت البیلا تھا۔ وہ عام مقررین کی طرح خاتمے پر دھیرے دھیرے پہونچنے کے عادی نہیں تھے، بلکہ اچانک کسی جملے کو پہلے سے زیادہ پرشکوہ انداز میں کہتے اور دفعتاً کرسی سے اٹھ جاتے۔'' (لالہ وگل جدید، ص:202)

قادیانیت شکنی میں مولانا کی عظیم قربانیاں

مسیلمۂ پنجاب، اس کی ذریت اور قادیانی پروپیگنڈے کو سبوتاژ کرنے میں بطل جلیل مولانا

لدھیانوی کا بھی بہت کردار ہے۔ 1931ء میں جب مرزائیوں نے کشمیری مسلمانوں کو فریب دینے کے لیے کشمیر کمیٹی کا صدر ڈاکٹر اقبال کو منتخب کیا تو رئیس الاحرار مرحوم ہی تھے، جن کے کہنے سے بات امام العصر علامہ کشمیری تک پہونچی۔ پھر علامہ کشمیری نے اقبال کی ایسی ذہن سازی کی کہ انہیں کشمیر کمیٹی سے استعفا دینا پڑا۔ فتویٰ تکفیر میں لکھا ہے:

> ''کشمیر کمیٹی کا صدر ڈاکٹر اقبال کو منتخب کیا گیا اور اس واقعہ کی اطلاع حضرت انور شاہ کو ہوئی تو وہ لاہور پہونچے۔ ڈاکٹر اقبال کو حضرت کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو اپنے ہاں کھانے پر مدعو کیا، لیکن حضرت نے یہ کہہ کر دعوت رد کر دی کہ:
>
> آپ نے مرزائیوں کی خودساختہ کمیٹی کی صدارت قبول کر کے اپنا اسلامی عقیدہ مشکوک کر لیا ہے، لہذا آپ جب تک اسے درست نہیں کرتے ہیں آپ کے ہاں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ اس پر ڈاکٹر اقبال دیگر وجوہات کے ساتھ کشمیر کمیٹی کی صدارت سے مستعفی ہو گئے۔'' (فتویٰ تکفیر، ص:201)

کشمیر کمیٹی مسائلِ کشمیر سے نمٹنے کے لیے وجود میں لائی گئی تھی، جس کا سربراہ قادیانیوں کا سرخیل مرزا بشیر الدین محمود تھا۔ ڈاکٹر اقبال بھی اس کے ایک رکن تھے، بلکہ اس کمیٹی کے اصل محرک بھی۔ یہ کمیٹی 1930ء میں قائم ہوئی تھی۔

ملتان سینٹرل جیل میں

خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو ✦ یہ غذا ملتی ہے جاناں ترے دیوانے کو

رئیس الاحرار کو قادیانیت شکنی کی کوششوں میں کئی بار جیل جانا پڑا۔ 1931ء میں جب تحفظ ختم نبوت کے لیے ''تحریک کشمیر'' چلی تو احرار کے ذمے داران گرفتار کر لیے گئے۔ ان میں رئیس الاحرار بھی تھے۔ لدھیانوی مرحوم اور مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو ایک ایک سال قید کی سزا ہوئی۔ یہ سارے اسیران ملتان کی نیو سینٹرل جیل میں رہے۔ 20/جنوری 1933ء کو مولانا لدھیانوی کی رہائی عمل میں آئی۔ 1932ء میں علامہ کشمیری جب مقدمۂ بہاولپور میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے تو اس موقع پر احراری قیدیوں سے بھی ملاقات فرمائی۔ مولانا محمد انوری لکھتے ہیں:

> ''بہاولپور کے سفر میں تشریف لے جاتے وقت یہ فرمایا کہ یہاں پر علماء سینٹرل جیل ملتان میں مقید ہیں، ان سے ملاقات کر کے آگے جانا ہے، اس لیے ملتان چھاؤنی کے اسٹیشن اتر گئے۔ صبح صادق ہو چکی تھی۔ جب گاڑی ملتان چھاؤنی پہونچی، اترتے ہی پلیٹ فارم پر مجمع کے ساتھ نماز

باجماعت ادا کی، پھر مجلس احرار کے دفتر میں تشریف لائے۔ان لوگوں نے وہاں چائے کا انتظام کر رکھا تھا۔ بہت مجمع ہو گیا۔بعض لوگ بیعت بھی ہوئے۔‘‘(انوارانوری،ص:121)

قادیان میں رئیس الاحرار کی للکار

مرزا قادیانی اور اس کے دھرم کے خلاف رئیس الاحرار کس جرأت کے ساتھ میدان میں تھے،اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ 23 / مارچ 1934ء میں بہ حیثیت صدر مجلس احرار مولانا کا پر جوش خطاب کہیں اور نہیں، اسی قادیان میں ہوا، جو مرزائیوں کا مرکز تھا۔مولانا لدھیانوی قادیان تو پہونچے تو مجلس احرار زندہ باد اور مرزائیت مردہ باد کے نعروں سے یہ کفرستان ہل گیا۔یہ وہ دور تھا جب قادیان میں مسلمانوں کا داخلہ ممنوع تھا،اہلِ اسلام اس علاقے میں جاتے ہوئے کانپتے تھے۔یہ مولانا کا ہی حوصلہ تھا کہ وہ مرزائیوں کے مرکز گئے۔اجلاسِ عام کیا،قادیانیت کے تار و پود بکھیرے اور یہ دھار دار اعلان بھی کہ اگلے جلسۂ عام میں امیر شریعت مولانا عطاء اللہ بخاری بھی آئیں گے۔مولانا کی للکار مرزائیوں پر بجلی کا کڑکا ثابت ہوئی۔بعد میں قادیان میں علمائے اسلام کی جو بھی سرگرمیاں رہیں ان کا سہرا بلاشبہ رئیس الاحرار کے سر بندھتا ہے۔

علامہ کشمیریؒ کی مولانا پر عنایات اور بے تکلفی

مولانا مرحوم نے دیوبند میں جو کچھ پڑھا شاہ صاحب سے پڑھا،اس لیے شاہ صاحب کی قدر و منزلت ان کے دل میں بہت تھی۔یہی تعلیمی رشتہ استاد اور شاگرد کے درمیان خونی رشتے کی حیثیت اختیار کر گیا تھا۔مولانا لدھیانوی شاہ صاحبؒ سے اپنی محبت و تعلق کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ’’مولانا محمد ادریس صاحب سکروڈھوی حضرت شاہ صاحب کے خاص خدمت گزاروں میں تھے۔ان سے بہت بے تکلفی اور دوستی ہوگئی۔شام کی چائے پر مولانا محمد ادریس صاحب مجھے بھی شاہ صاحب کے ساتھ چائے پلاتے۔حضرت شاہ صاحب کو میری طالب علمی کے زمانے ہی سے مجھ سے اور میرے خاندان سے اس قدر انسیت پیدا ہوگئی کہ سیاسی زندگی میں سرگرم حصہ لینے کے زمانے میں جیل میں بھی شاہ صاحب مجھ سے ملنے تشریف لائے اور سال میں ایک مرتبہ ضرور لدھیانہ میں میرے گھر تشریف لاتے اور کئی کئی دن قیام فرماتے۔ایک دفعہ میں جیل میں تھا۔حضرت شاہ صاحب بنا کسی اطلاع کے گھر میں تشریف لے آئے اور بیٹھک میں آ کر سامان

رکھا اور خود ہی مولانا ادریس صاحب کے ساتھ بیٹھک کی صفائی کرنے لگے۔ گھر میں میرے بچوں کو بھی علم نہ تھا کہ حضرت شاہ صاحب تشریف لائے ہیں۔ اچانک میری چھوٹی بچی نے شاہ صاحب کو دیکھ لیا۔ معذرت کی اور فوراً ہی بیٹھک کی ضروری صفائی کرنے لگی۔ شاہ صاحب فرمانے لگے: بیٹا یہ میرا گھر ہے۔ گھر والے خود ہی اپنے گھر کی صفائی کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب نے تحریک خلافت کے زمانے سے لے کر تحریک احرار کے زمانے تک میری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سرپرستی فرمائی۔'' (مضامین رئیس الاحرار،ص 52)

نمایاں تنظیم سے مولانا کی وابستگی

فرنگ سے بغض اور استعماری طاقتوں سے شدید نفرت کا ہی مظاہرہ تھا کہ مولانا ہر اس تنظیم اور تحریک سے منسلک رہے جو جنگ آزادی کی مشعلیں مستقل مزاجی سے جلا رہی تھی۔ مولانا مرحوم جمعیۃ علماءِ ہند کے ممبر بھی رہے اور ۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۰ء تک برابر اس کی رکنیت رہی۔ کانگریس سے بھی ان کا اٹوٹ رشتہ رہا۔ پنجاب خلافت کمیٹی کے وہ سکریٹری بھی رہ چکے تھے۔

مولانا کا حیرت انگیز استغنا

مولانا کی پوری حیاتِ مستعار تیغ ہلال کی طرح عیش نیام سے باہر گزری، ان کا استغنا بھی کمال کا تھا۔ ایک طرف تو یہ عالم کہ انڈیا حکومت سے بڑے گہرے مراسم تھے اور دوسری طرف یہ حالت کہ آزادئ ہند کے بعد دہلی میں جب تک رہے کرائے کے مکان میں رہے۔ اسی عارضی مکان سے ہی ان کا جنازہ اٹھا۔

تصنیفات وتالیفات

رئیس الاحرار المغفور نے باقاعدہ کوئی کتاب تو نہیں لکھی مگر ان کا قلم جان دار تھا، ان کی تحریر بڑی خوب صورت اور مؤثر ہوتی تھی۔ ان کی نثر کا لطف لینا ہو تو ان کے مضامین کا مجموعہ ''مضامینِ رئیس الاحرار'' پڑھئے۔ پونے تین سو صفحات کی یہ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اسی طرح ان کے مکاتیب کا مجموعہ بھی اربابِ ذوق کو کھینچتا ہے۔

مولانا کی اولاد واحفاد

مولانا کا نکاح بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ غالباً تین چار کی سن میں ہی۔ میاں بیوی نے ایک ہی مکتب میں ایک ساتھ پڑھا، مگر مرنے کی بات یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی کو نہیں معلوم کہ آپس میں ان کا تعلق کیا ہے؟

مولانا کے سات لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں اور سب کے سب دینی علوم واسلامی کمالات کے حامل۔ سب سے بڑے لڑکے مولانا خلیل الرحمٰن تھے۔ یہ بھی مجاہدین آزادی میں سے ہیں۔ دوسرے لڑکے مولانا عزیز الرحمن جامعی۔ مجاہد آزادی اور مصنف۔ تیسرے لڑکے مولانا انیس الرحمن۔ یہ مظاہر علوم کے فاضل اور شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ تھے۔ چوتھے لڑکے مولانا محمد طیب۔ پانچویں لڑکے مولانا محمد ازہر۔ مدرسہ خیر المدارس جالندھر کے فاضل ہیں۔ چھٹے لڑکے مولانا سعید الرحمن۔ یہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ ساتویں لڑکے مولانا محمد احمد رحمانی۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ چار لڑکیاں ہوئیں، جن میں سے ایک رقیہ بیگم، دوسری زبیدہ بیگم، تیسری خاتون جنت اور چوتھی بلقیس فاطمہ۔ رئیس الاحرار کی اولاد میں علم آج بھی باقی ہے۔ ان کے پڑپوتے عزیزم مولانا صدام حسین لدھیانوی سلمہٗ نے جامعہ امام محمد انور شاہ اور دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم کیا ہے۔ مدرسہ شاہی مرادآباد سے تکمیل افتا بھی۔

مولانا کی وفات کا جاں کاہ سانحہ

1922ء کا زمانہ ہے، مولانا مرحوم دھرم سالہ جیل سے لدھیانہ جیل منتقل ہوئے تھے، جیل کے باورچی نے لنگر کی دال میں پرانے جوتے بھی پکا دئے ے تھے۔ سرخ مرچیں بھی حد سے زیادہ ڈال دی تھیں۔ قیدیوں کو پتہ چلا تو انہوں نے نہیں پی، مگر مولانا نے پی لی۔ چھ روز کے فاقے سے تھے تو اور بھی زیادہ پی لی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا معدہ خراب رہنے لگا۔ خونیں پیچش اور خونی دست نے ہفتہ عشرہ پریشان رکھا۔ طبیعت نڈھال اور نیم جاں ہوگئی تھی۔ دوا دارو کے بعد افاقہ ہوا تو ڈاکٹروں نے سالن پر پابندی لگادی۔ مولانا مرحوم چونتیس برسوں تک بغیر مرچ کا سالن کھاتے رہے۔ یہی معدے کی تکلیف انہیں اندر اندر کھاتی رہی اور آخر کار ان کی موت پر منتج ہوئی:

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں اے محبوب کیا ✦ صبر ایوب کیا، گریۂ یعقوب کیا

مولانا کا انتقال 2/ستمبر 1956ء میں ہوا۔ وفات کی خبر عالمی سطح پر نشر کی گئی۔ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو سمیت ہندوستان کے قدآور سیاسی رہنماؤں نے ان کی رحلت کو عظیم خسارہ بتایا۔ عالمِ اسلام نے اسے صدمۂ عظیم قرار دیا۔ تعزیتی بیانات اور توصیفی مقالات کا ایک سلسلہ رہا۔ نماز جنازہ دارالعلوم کے مہتمم حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب نے پڑھائی۔ عزیمت واستقامت کا یہ کوہ گراں اب جامع مسجد دہلی سے ملحقہ قبرستان میں آسودۂ خواب ہے:

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا ✦ ہمیں سو گئے داستاں کہتے کہتے

……✦……

شیخ سعدیؒ کی مجلس میں حاضری کی سعادتیں

سید حمدان شاہ مسعودی

کل رات عالمِ تخیل میں خود کو شیراز کی گلیوں میں چلتا ہوا پایا۔ خاموش فضا علم و حکمت اور اصلاح و تربیت کی باوقار خانقاہ۔ تقریباً بارہ برس بعد ملاقات۔ شرم و پشیمانی سے سر بارِ دوش بنا ہوا تھا۔ دل پر ایک بوجھ سا تھا کہ آج شیخ کا سامنا کرنا ہے؛ وہی شیخ جو بارہ برس پہلے ہندوستان تشریف لائے تھے، مختلف مقامات کی سیر و سیاحت کی، اور قیمتی نصیحتوں کا دل آویز تحفہ مجھے عنایت کر کے واپس تشریف لے گئے، لیکن اپنی کم سنی کے باعث میں شیخ کے ساتھ وہ معاملہ نہ کر سکا جو ان کے شایانِ شان تھا اور اسی سے قریب علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کا وہ واقعہ ذہن میں تازہ ہو گیا، جو گجرات کے مشہور میاں خاندان کے فرد فرید مولانا عبدالرحمن میاں مرحوم و مغفور نے دادا مرحوم حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کو سنایا تھا کہ: ''میں کم سن تھا اور والدہ مرحومہ جب گھر میں کوئی خاص کھانے کی چیز تیار کرتی تھیں تو میرے ذریعہ حضرت شاہ صاحب کی رہائش گاہ واقع جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل بھیجتی تھیں۔ ایک روز میں پہنچا تو شاہ صاحب مطالعہ میں مصروف تھے، میرے قدموں کی آہٹ سے میری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا بات ہے بھائی؟ عرض کیا والدہ محترمہ نے کچھ کھانے کی چیز بھیجی ہے وہ لایا ہوں۔ فرمایا کہ رکھ دو، فرمایا کہ کیا نام ہے؟ عرض کیا کہ عبدالرحمن میاں۔ دریافت فرمایا کہ کیا پڑھتے ہو؟ عرض کیا گلستان و بوستان۔ فرمایا کہ گلستان و بوستان کا مطلب جانتے ہو؟ جس پر میں خاموش رہا، کچھ وقفہ کے بعد فرمایا: گلستان وہ چمن جس میں پھول ہی پھول ہوں اور بوستان وہ باغ جس میں پھل ہی پھل ہوں، مزید فرمایا کہ بالغ ہونے کے بعد پھر پڑھنا۔

اب جب شیخ کے مقامِ رفیع کا کچھ ادراک ہوا تو دل پر ایک عجیب سا اثر طاری تھا۔ خدا تعالیٰ نے ہمت دی اور میں خانقاہ میں داخل ہو گیا۔ دیکھا تو شیخ مجلس میں شہ نشیں پر جلوہ افروز تھے: وہی نورانی چہرہ، سفید ریش، آنکھوں میں بردباری کا سرمہ، لبوں پر شفقت بھری مسکراہٹ۔ نام مصلح الدین الملقب بسعدی شیرازی۔ شیخ سوال و جواب کی دنیا میں محو تھے۔ یہ منظر دیکھ کر میں خاموشی سے ایک گوشہ میں جا بیٹھا، تذکرہ

خلیفۂ راشد سوم، سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا چل رہا تھا۔ حاضرین مجلس میں ایک شخص برجستہ بولا کہ اگر ختنین کے درمیان یہ موازنہ کیا جائے کہ کس پر زمانے نے زیادہ ظلم و جبر ڈھائے، تو درست فیصلہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ کچھ توقف کے بعد شیخ نے فرمایا:

ترس رسوائی ندارد ہر کہ نوشد جام عشق
سنگ طفلاں شہرت دیگر دہد مجنون را

بعد ازاں حضرت عثمانؓ کے کارہائے نمایاں، مناقب اور فضائل پر روشنی ڈالی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کے تعلق سے کیا بیان کیا جائے حضرت نے بارہا اپنے اعلیٰ اخلاص و انفاق فی سبیل اللہ کے بدلے جنت خریدی۔ خود رسول اللہ ﷺ کو ان سے جو محبت و الفت تھی اس کا اندازہ بیعت رضوان سے ہوتا ہے، رسول علیہ السلام نے اپنے اصحاب کے ہمراہ عمرہ کی نیت سے مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر تشریف لائے تو کفار مکہ آڑے آ گئے اور آپؐ کے مکہ میں داخلے پر پابندی لگا دی۔ تو فیصلہ ہوا کہ حضرت عثمان کو بحیثیت سفیر قریش کی جانب مذاکرات کے لئے روانہ کیا جائے، کچھ عرصہ بعد خبر گردش کرنے لگی کہ کفار نے سیدنا عثمان کو شہید کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ خبر انتہائی تکلیف کا سبب بنی ہوئی، آپ نے فوراً صحابہؓ سے بیعت لی اور بیعت میں اپنا دست مبارک آگے کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور یہ عثمان کے قصاص لینے کی بیعت ہے، حضرت عثمان اس واقعہ کو بطور تحدیث نعمت بیان کیا کرتے تھے، خود حضرت عثمان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی کہ اس موقع پر مکہ جا کر باوجود اصرار کفار مکہ رسول اللہ کے بغیر عمرہ نہیں کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ امام قسطلانی، شارحِ بخاری، لکھتے ہیں کہ جب اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور تین براعظم اس کے زیر نگیں آ گئے ایک طرف اسپین اور دوسری جانب چین تک کی سرزمین مسلم افواج کے قدموں کی دھمک سے گونج رہی تھی، اور یورپ، ایشیا، اور افریقہ، میں اسلامی احکام نافذ ہو گئے تھے، اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک اسلامی لشکر، جوارضِ روم کے قریب تھا، اس میں امام اور مقتدیوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور نوبت تلواروں کے میان سے باہر آنے تک جا پہنچی، مگر صحابی رسول حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے اپنی فراست سے اس فتنے کو دبا دیا۔ واپسی پر وہ سیدھا مدینہ منورہ آئے اور امیر المؤمنین سیدنا عثمانؓ سے ملاقات کر کے پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عثمانؓ نے فوراً فیصلہ فرمایا، حضرت حفصہؓ سے قرآنِ مجید کا صحیفہ مستعار لیا اور ہدایت دی کہ اگر تلفظ کی ضرورت کے پیشِ نظر املا میں کسی ترمیم کی حاجت محسوس ہو تو وہ ضرور کی جائے۔ آپؓ نے یہ نکتہ بھی واضح فرمایا کہ عربی زبان مختلف علاقوں میں کچھ لہجوں کا اختلاف رکھتی ہے، اور یہ بھی تاکید فرمائی کہ کسی مسئلے

میں اختلاف ہو تو اسے میرے پاس پیش کیا جائے، میں خود اس کا حل نکالوں گا۔ چنانچہ خلیفۂ سوم کے زیرِ سایہ قرآنِ کریم کی سات نقلیں تیار کی گئیں اور بعض مقامات پر املا میں ترمیم کی گئی۔ مثال کے طور پر لفظ تابوت اہلِ مدینہ کے نزدیک تابوۃ (گول تاء کے ساتھ) لکھا جاتا تھا، اور اہلِ مکہ اسے لمبی تاء کے ساتھ لکھتے تھے۔ جب یہ معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے آیا تو آپؓ نے فرمایا کہ اسے لمبی تاء کے ساتھ لکھا جائے، کیونکہ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے۔

امام بخاریؒ نے اس واقعے کو اپنی صحیح میں مستقل باب کے تحت ذکر کیا ہے، اس کے راوی خود سیدنا عثمانؓ ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی شرافت اور علمی دیانت کا یہ ثبوت بھی دیا کہ قرآنِ مجید کو مسجدِ نبوی میں از ابتداء تا انتہاء بلند آواز سے تلاوت کروایا، تاکہ کسی انسان کو کسی قسم کے شبہ یا خلجان کا موقع نہ ملے کہ عثمانؓ نے قرآن میں کوئی تبدیلی کی ہے۔ شیخ سعدی کی مجلس میں سکوت و وقار قائم تھا۔ مریدین میں سے ایک شخص نے پھر کہا: کاش انگشتری عثمان ضائع نہ ہوتی تو آخری ایام بھی عافیت سے گزرتے اور وہ حادثات پیش نہ آتے جو پیش آئے۔ سعدیؒ نے فوراً جواب دیا: یہ تو نبیِ کریم ﷺ کی پیش گوئی تھی، وہ کیسے پوری نہ ہوتی؟ بلکہ انبیاء کی پیش گوئیاں صرف پوری ہی نہیں ہوتیں، بلکہ جو خدشات وہ اپنی امت کے بارے میں محسوس کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں بھی پورا فرما دیتا ہے۔ مرضِ وفات میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ذو النورینؓ کو ان کی شہادت کی خبر دی تھی، اور صبر وتحمل کی تلقین فرمائی تھی، حتیٰ کہ یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ لوگ تم سے خلافت چھیننے کی کوشش کریں گے، عثمان! تم صبر کرنا، خلافت سے ہرگز دستبردار نہ ہونا۔ حضرت عثمانؓ نے اس پر لبیک کہا۔

من نہ آنم کہ بہ تیغ از تو بگردانم روئے
امتحاں کن بہ دو صد زخم مرا بسم اللہ

جب سعدیؒ کی مجلس اختتام پذیر ہونے کے قریب ہوئی تو بڑی ہمت کر کے میں نے آہستہ آواز میں اپنا سوال پیش کیا۔ اب مجلس کی تمام توجہات کا مرکز میں تھا اور دل پر ایک دہشت سی طاری ہوگئی۔ اس کے باوجود میں نے عرض کیا: حضرت آپ کی گلستان و بوستان میں انسانیت، مروّت، اخلاق، حکمت وسیاست، شاہانِ عرب وعجم کا طرزِ حکومت، آپ کے اسفار اور تاریخی حقائق سب سمٹ آئے ہیں۔ قرآن واحادیث کے مفاہیم ومضامین اور عبارات گلستان میں جابجا ملتے ہیں۔ اکثر آپ کلام اللہ کی آیت کا ایک ٹکڑا یا مکمل آیت پیش کرتے ہیں یا سیاق میں کوئی واقعہ چل رہا ہو تو اس کی تائید قولِ رسول سے بھی کرتے ہیں، اور کبھی صرف مفہوم بیان کرتے ہیں، تاکہ قاری کو بات کی صحت پر اطمینان ہو۔ اصطلاح میں اس طرزِ استفادہ کو

استشہادی استعمال کیا جاتا ہے، جس کا مقصد قرآن وحدیث کے تعلیمی پہلو کو بروئے کار لانا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو امام بخاریؒ کا اسلوب بھی کسی حد تک یہی ہے، اگر چہ ان کی مراد تک پہنچنا دشوار ہوتا ہے۔ نیز آپ نے قرآنی آیات کو بھی نئے مفاہیم کے ساتھ پیش کیا۔ امید مجد، جو قرآن کے مترجم اور شاعر ہیں، اس اسلوب کو استنباطِ ذوقی کا نام دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ نے عربی اشعار بھی خوب کہے، معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان کا ماہر شاعر محو کلام ہے۔ بلغ العلىٰ بكمالهٖ كشفَ الدُّجىٰ بجمالهٖ جیسے نعتیہ اشعار جن کو مولانا عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کیا جاتا ہے وہ بھی سعدی ہی کی کاوش ہیں، قصیدہ حب رسول کے چند الفاظ علامہ کشمیری نے آپ ہی کی گلستان سے مستعار لئے ہیں، آپ نے اپنی فنی صلاحیت سے مختلف مضامین کو نظم اور نثر میں نہایت دل نشیں اور اثر انگیز بنا دیا۔

بہر حال میرا اصل سوال وہی تھا جس کے لیے میں حاضر ہوا تھا، اور وہ بھی آپ ہی کی کتاب سے متعلق تھا۔ سعدیؒ نے نگاہ اٹھائی، مسکرائے اور فرمایا: العلومُ أقفالٌ، والأسئلةُ مفاتيحُها۔

پھر جوش میں آ کر کہا: پوچھو، میرے بیٹے! میں نے عرض کیا: حضرت! آپ گلستان میں حکایات نقل کرتے ہوئے اپنی رائے و نصیحت بیان کرتے ہیں جو آپ کے خیالات کی عکاسی کرتے ہیں خواہ وہ بزبان عابد ہو یا بزبان بادشاہ، چنانچہ آپ نے فرمایا: محال است ہنرمنداں بمیرند و بے ہنراں جائے ایشاں گیرند۔

لیکن تاریخ کے اوراق پلٹنے کے بعد اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اکثر بے ہنر اور نااہل لوگ ہی حکومتوں اور بڑے عہدوں پر قابض رہے، اور اہلِ فضل و کمال پسِ پردہ چلے گئے۔ تو آپ کا یہ اصول قائم کہاں رہا؟

سعدیؒ نے خفیف تبسم فرمایا اور بولے: اے طالبِ معنیٰ! تو نے حکومت کو دیکھا، میں نے بقا کو۔ بے ہنر تخت پر بیٹھ سکتا ہے، دلوں پر نہیں۔ ہنرمند مٹی میں دفن ہو کر بھی تاریخ میں زندہ رہتا ہے۔ پھر فرمایا: میں نے یہ نہیں کہا کہ بے ہنر کبھی حاکم نہیں بنتا، میں نے کہا ہے کہ وہ جگہ نہیں لے سکتا جو اہل ہنر کی لوگوں کے دلوں میں ہوتی ہے۔ میں سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ سمجھ گیا کہ سعدیؒ کا قاعدہ سیاسی نہیں، اصولی تھا، وقتی نہیں، ابدی تھا:

ندادند صاحب دلاں دل بہ پوست
وگر ابلہے داد بے مغز و گوشت

میں ان ہی خیالات میں گم رہا اور احساس بھی نہیں ہوا کہ آج کی مجلس برخواست ہوگئی ہے

……◆……

تعلیمی رپورٹ ۱۴۴۵-۱۴۴۶ھ

جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

مولانا مفتی محمد نوید قاسمی
نائب ناظم تعلیمات جامعہ امام محمد انور شاہ، دیوبند

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی، امابعد!

قال اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ يَرْفَعِ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُو الْعِلْمَ دَرَجٰت

حضرات اساتذۂ کرام وحاضرین محفل!

آج کی یہ محفل ان خوش بخت طلبہ کے نام موسوم ہے جنہوں نے سالِ گزشتہ جامعہ میں حصولِ تعلیم کے مراحل احسن طریقے سے گزار کر امتحانِ سالانہ میں کامیابی حاصل کی، وہی طلبہ درحقیقت اس محفل کے روحِ رواں ہیں، انہیں کی حوصلہ افزائی اور قدر شناسی کے جذبے سے یہ جلسہ منعقد کیا گیا ہے۔

عزیز طلبہ! یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ آج حسب، روایت جامعہ امام محمد انور شاہ میں جلسہ انعامیہ کا انعقاد نہایت وقار، نظم وضبط اور منظم فضا میں عمل میں آ رہا ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا اس جلسے کا بنیادی مقصد طلبۂ عزیز کی تعلیمی کارکردگی کا جائزہ اور ان کی تشجیع، محنت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی اور دیگر طلبہ کو علم وعمل کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے جوش وولولہ پیدا کرنا ہے۔

مدارس کی روایت رہی ہے کہ وہ اپنے طلبہ کو انعام کی صورت میں کتابیں فراہم کرتے ہیں تا کہ مطالعہ اور علم سے ان کی وابستگی قائم رہے۔ حسبِ روایت جو کتابیں آپ کے لئے منتخب کی گئیں ہیں وہ آپ کی عمر اور درجات نیز نمبرات کے تفاوت کی وجہ سے مختلف ہوسکتی ہیں مگر ان کا اصل جوہر وہ علم اور معلومات ہیں جو ان کتابوں میں درج ہیں۔ ہم امید رکھتے ہیں آپ ان کتابوں کا مطالعہ کریں گے اور ان کی قیمتی باتوں کو اپنی زندگی کا محور بنائیں گے، یہی ان کتابوں کی قدر شناسی ہے۔

حاضرینِ جلسہ! جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جامعہ کے قیام کو چوتھائی صدی سے زائد عرصہ گزر چکا ہے۔ اس درمیان ہزاروں طلبہ نے اس سے استفادہ کیا اور بفضلہٖ تعالیٰ اس کا فیض دنیا کے مختلف گوشوں تک پہنچا۔ فللّٰہ الحمد۔

سالِ گزشتہ بھی سیکڑوں لوگوں نے جامعہ کے نصاب ونظام سے متعلق معلومات حاصل کیں اور داخلے کے خواہش مند ہوئے، لیکن جامعہ اپنے محدود وسائل کی بنا پر تمام داخلے کے خواہش مند طلبہ کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا محدود داخلے لئے گئے۔ سالِ گشتہ داخلوں کی تفصیل پیش ہے:

داخلے کے خواہش مند طلبہ	800	کل داخلہ طلبہ	353
شرکائے امتحانِ سالانہ	236	کامیاب طلبہ	225
فی صد کامیابی تقریباً	90فی صد		

پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ

جماعت	اوّل پوزیشن	دوم پوزیشن	سوم پوزیشن
ناظرہ	محمد دانش مظفر نگر	محمد طالب سہارنپور	عبدالرزاق، سہارنپور سعدان، سہارنپور
حفظ	ریاض عالم کٹیہار	محمد حسن، گڈا	مقتدر، دہلی
اعدادیہ	محمد، سہارنپور	محمد حسین، سہارنپور	محمد آصف، جھانسی
اوّل	محمد ارشد، بھاگلپور	عاصم مقبول، کشمیر	غلام مرتضیٰ، جام تاڑا
دوم	محمد عمران، ارریہ	ابوطلحہ، سہرسہ	احمد، ویشالی
سوم	انیس، ہریانہ	محمد مزمل، مدھے پورہ	محمد حفیظ عالم، بنگال
چہارم	عبداللہ، دہلی	محمد اسامہ، مظفرنگر	عمر ضیاء، دیوبند
پنجم	توقیر عالم، سپول	محمد عزیر، مئو	فیاض احمد، گجرات
دورۂ حدیث	افروز خان، تلنگانہ	مزمل، ہریانہ	محمد عاقب، جھارکھنڈ
تکمیل ادب	عبدالرحمن، راجستھان	عرفان احمد، کشمیر	فاروق خان، راجستھان
تکمیل افتاء	کریم اللہ، ایم پی	عزیز اللہ، کبیرنگر	محمد امتیاز، سیتامڑھی

ممتاز فی الجامعہ:

تمام طلبہ میں عبداللہ دہلی، عربی چہارم 90.83فی صد نمبرات حاصل کرکے جامعہ میں ممتاز رہے۔

سو فیصد حاضری درج کرنے والے طلبہ

ہر سال کی طرح اس سال بھی کچھ باہمت اور اولوالعزم طلبہ ایسے رہے جو پابندی کے ساتھ اسباق میں حاضر رہے اور پورے سال کسی ایک ساعت میں بھی غیر حاضر نہ ہوئے، اُن کے نام یہ ہیں:

1-محمد ارشد، بھاگلپور، سالِ اوّل	2-محمد عثمان، شاملی، سالِ اوّل
3-احمد، ویشالی، سالِ دوم	4-عبدالعلیم، بارہ بنکی، سالِ چہارم
5-محمد ساجد، اعظم گڑھ، سالِ چہارم	6-عزیزالدین، سالِ چہارم
7-عبداللہ، اررریہ، سالِ چہارم	

تمام درجات میں امتیازی نمبرات حاصل کرنے والے اور 100 فی صد حاضری درج کرنے والے طلبہ کو حضرت مہتمم صاحب کی جانب سے 18 ہزار کے نقد انعامات دئے گئے۔ اس کے علاوہ جو کتابیں انعام کی شکل میں دی جارہی ہیں ان کی مجموعی مالیت تین لاکھ روپئے ہے۔

اس موقع پر اپنے ان تمام معاونین کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے جن کے تعاون اور جذبہ اخلاص کا نتیجہ آپ کے سامنے ہیں۔

ان معاونین میں دیوبند کے تقریباً تمام ہی کتب خانے شامل ہیں جن کے گراں قدر تعاون سے یہ اجلاس منعقد ہوا، جنہوں نے ہر سال کی طرح اس سال بھی جامعہ کا بھرپور تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاروبار میں خوب خوب برکتیں عطا فرمائے۔ آمین

آخر میں اپنے تمام احباب کا شکر گزار ہوں جن کی انتھک محنتوں کا ثمرہ آپ کے سامنے ہے، ان حضرات کے تعاون کے بغیر اس جلسے کا انعقاد میرے لئے ممکن نہ تھا۔

فجزاهم الله تعالىٰ احسن الجزاء

و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين

......✦......

جامعہ کی سرگرمیاں

ادارہ

جامعہ کا سالانہ انعامی اجلاس

25 / دسمبر 2025ء کو جامعہ ہذا کا سالانہ انعامی اجلاس منعقد ہوا، جس کی صدارت رئیس الجامعہ حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہ نے فرمائی۔ صدارتی خطاب کرتے ہوئے رئیس الجامعہ مدظلہ نے فرمایا کہ اس طرح کے اجلاس کا مقصد طلبہ کے تعلیمی ذوق کو ابھارنا اور ان میں علم کی بھوک جگانا ہے۔ طالب علمی کا زمانہ سونے سے زیادہ قیمتی اور نایاب زمانہ ہے۔ اس وقت کو کام میں لا کر اپنے مستقبل کی تعمیر کریں۔ رئیس الجامعہ دامت برکاتہم نے مزید فرمایا کہ یہ انعام اگرچہ دیکھنے میں کم لگتے ہوں، مگر نتیجے کے اعتبار سے غیر معمولی ہیں۔ یہ آپ کو آگے بڑھنے اور علمی فضا میں بلند پروازی کے لیے بہت مہمیز کریں گے۔ اس موقع پر تعلیمی رپورٹ بھی پیش کی گئی، جس میں جامعہ کے نائب ناظم تعلیمات مولانا مفتی نوید دیوبندی زیدہ مجدہم نے تمام تفصیلات بیان کیں۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ طلبہ کو انعام میں کتنے روپے کی کتابیں دی گئیں۔ انعامی اجلاس میں شریک طلبہ کو کتب کے علاوہ نقد روپے کی شکل میں انعام بھی دیا گیا۔ مزید تفصیلات کے لیے تعلیمی رپورٹ ملاحظہ فرمائیں، جو اسی شمارے میں شامل ہے۔

سالانہ امتحان کا انعقاد

جامعہ کا سالانہ امتحان 2 / شعبان المعظم سے شروع ہو گیا، جو 16 / شعبان المعظم تک چلے گا۔ امتحان سالانہ طلبہ کی ترقی و تنزلی میں موثر کردار ادا کرتا ہے۔ امتحان سے پہلے طلبہ نے کافی تیاری کر لی تھی اور مذاکرہ و مطالعہ کا ماحول عروج پر تھا۔ اب یکسوئی کے ساتھ امتحان دینے میں مصروف ہیں۔ باری تعالیٰ عز و جل انہیں کامرانی سے سرفراز فرمائے۔

سالانہ تعطیل کلاں کا اعلان

دفتر تعلیمات سے جاری اعلامیے کے مطابق سالانہ امتحان کے اختتام پر تعطیل کلاں ہو جائے گی جو

17 شعبان المعظم سے 5/شوال المکرم تک جاری رہے گی۔ 6/شوال المکرم سے جامعہ کھل جائے گا اور قدیم وجدید داخلے کی کارروائیاں بھی شروع ہوجائیں گی۔ داخلے کی کارروائیوں سے فراغت پاکر فوراً ہی تعلیم کا آغاز بھی کر دیا جائے گا۔

رواق انظر کی تعمیر جاری

جانشین امام العصر فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کے نام نامی سے معنون جدید دارالاقامہ: رواقِ انظر کی تعمیر کا کام الحمدللہ تیزی کے ساتھ چل رہا ہے۔ سڑک کی تعمیر بھی مکمل ہوگئی جو جامعہ کی شاہراہ سے جدید دارالاقامہ تک جاتی ہے۔ سڑک کی تعمیر سے طلبہ کے لیے بڑی سہولتیں فراہم ہوگئیں۔ برسات کے موسم میں انہیں زحمتوں کا سامنا تھا۔ اس کے ساتھ لگے ہاتھوں فرش کا کام بھی الحمدللہ پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ بتادیں کہ رواق انظر مجوزہ نقشے کے مطابق تین منزلہ تعمیر کیا جائے گا۔ ابھی پہلی منزل زیر تعمیر ہے۔ اس کی جلد از جلد تکمیل کے لیے دعاؤں کی درخواست ہے۔

انجمن کواکب انور کا سالانہ اجلاس

طلبۂ جامعہ کے مشہور تقریری پلیٹ فارم انجمن کواکب انور کا سالانہ پروگرام منعقد ہوا۔ یہ پروگرام بڑے ہی نفیس انداز میں پیش کیا گیا۔ تلاوت قرآن ونعتیہ کلام کے علاوہ طلبہ نے عربی، فارسی، اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں تقریریں پیش کیں، جن سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔ طلبہ کے ادبی ذوق کو مہمیز کرنے کے لیے پروگرام میں بیت بازی بھی تھی۔ مساہمین نے اس میں بھی بہترین کارکردگی دکھائی۔ مولانا صغیر احمد پرتاپ گڑھی زید مجدہم استاذ حدیث جامعہ نے اپنے بیان میں کہا کہ یہ ادارہ امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری کی طرف منسوب ہے۔ اس کے بانی فخر المحدثین حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ صاحب کشمیری ہیں۔ اور اس کے مہتمم حفید الانور حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ کشمیری مدظلہ۔ جامعہ کی بنا، اس کا انتساب، اس کا پس منظر اور پیش منظر طلبہ کو سامنے رکھنا چاہیے اور اپنے مستقبل کو آراستہ کرنے میں بڑے انہماک کے ساتھ لگنا چاہیے۔ مولانا مفتی نثار خالد قاسمی زید مجدہم استاذ حدیث جامعہ نے کہا کہ طلبہ جس طرح درسگاہی کتابوں پر اپنی توجہ مرکوز رکھتے ہیں وہیں ان جیسی انجمنوں میں حصہ لے کر خود کو بڑے اسٹیج کے لیے تیار کریں۔ بیت بازی کی حکمیت مولانا سید فضیل احمد ناصری زید مجدہم استاذ حدیث جامعہ نے کی۔ مولانا نے بیت بازی پر روشنی ڈالتے ہوئے طلبہ کو نصیحت کی کہ وہ اشعار کے انتخاب میں احتیاط سے کام لیں۔ معیاری شعرا کے معیاری اور عمدہ اشعار کو ہی یاد کریں۔ اشعار کے یاد کرتے وقت اوزان وبحور پر بھی خصوصی دھیان دیں۔ ان شاء اللہ ادبی ذوق ابھرے گا۔

وفیات

ادارہ

14 دسمبر 2025 کو پاکستان کی معروف شخصیت حضرت مولانا ذوالفقار نقشبندی صاحب کی وفات نے اہل علم وارباب خانقاہ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ پیر صاحب کی شخصیت عالمی تھی اور ان کی شہرت کا دائرہ پاکستان کے حدود سے نکل کر کئی ممالک تک پھیلا ہوا تھا۔ انہوں نے سلوک وتصوف میں بڑا نام پیدا کیا اور اصلاح وتربیت میں ان کو بین الاقوامی پذیرائی حاصل ہوئی۔ 2011 میں انہوں نے ہندوستان کا بھی سفر کیا تھا اور دیوبند بھی تشریف لائے تھے۔ ان کے بیانات دارالعلوم اور وقف دارالعلوم میں بھی ہوئے تھے، جو بے حد پسند کیے گئے اور دل کے کانوں سے سنے گئے۔ ان کے مواعظ میں بڑی مٹھاس اور تاثیر ہوتی تھی۔ وہ انتہائی شستہ، سہل اور مرتب تقریر کرتے اور سامعین پر سحر طاری کرتے۔ ان کی تقریریں سادہ لب ولہجے میں ہوتیں، لیکن اس کے باوجود کشش بے انتہا تھی۔ وہ جہاں جاتے اپنی گہری چھاپ چھوڑ کر جاتے اور ایک اچھا ماحول برپا کر جاتے۔ ان کے مواعظ کتابی شکل میں بھی موجود ہیں، جو اردو زبان میں خوب چھپ رہی ہیں۔ خطبات ذوالفقار کی کم وبیش دو درجن جلدیں آ چکیں۔ ان کے علاوہ ان کی مستقل تصانیف بھی ہیں، جن میں ''لاہور سے تا خاک بخارا وسمرقند''، ''حیا اور پاک دامنی'' خاصی مقبول ہیں۔ مولانا کو اللہ نے سلیقۂ تربیت سے بھی خوب نوازا تھا۔ ان کے خلفاء پاک وہند اور دوسرے ممالک میں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ ان کی شخصیت سلسلۂ نقشبندیت کے لیے امامت کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کی وفات بلاشبہ ایک بڑا سانحہ ہے جسے دیر اور دور تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔

......✦......

5/ جنوری 2026ء مولانا فضل رحیم اشرفی کی وفات ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ پاکستان کی صف اول کے علمائے راسخین میں شمار ہوتے تھے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے مہتمم تھے اور شیخ الحدیث بھی۔ ادھر چند سالوں سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سرپرست بھی تھے۔ ان کی خدمات سے اہل علم برابر مستفید ہوتے رہے۔ ان کے والد مولانا محمد حسن امرتسری بھی ہند وپاک کے معتبر علما میں شمار ہوتے تھے۔ وہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی تھے۔ مولانا امرتسری کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ مولانا فضل رحیم اشرفی اپنے علم، ذوق مطالعہ، زہد وتقوی اور

بزرگانہ اداؤں کی وجہ سے حلقۂ اہل علم و معرفت میں مقبول تھے۔ 1944 میں امرتسر میں پیدا ہوئے اور 81 سال کی عمر پا کر انہوں نے آخرت کی راہ لی۔ نماز جنازہ ان کے فرزند مولانا زبیر الحسن صاحب نے پڑھائی۔ مولانا کا انتقال اہل مدارس اور اربابِ علم کے لیے اندوہ ناک ہے۔ اللہ عزوجل ان کی مغفرت فرمائے۔

......✦......

12 / جنوری 2026 کو مولانا صغیر احمد خاں رشادی کا سانحۂ وفات پیش آیا۔ مولانا رشادی اپنے علم، حلم، تقوی، تدبر، شرافت مومنانہ اور بصیرت حکیمانہ سے بھرے ہوئے تھے۔ دار العلوم سبیل الرشاد بنگلور کے مہتمم تو تھے ہی، اس کی مسند درس کے سب سے بڑے مقام پر بھی رونق افروز رہے۔ سالہا سال انہوں نے بخاری شریف پڑھائی اور شیخ الحدیث کے منصب کو وقار بخشا۔ اس کے ساتھ مولانا رشادی آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے موقر رکن بھی تھے۔ بورڈ کے اجلاس اور میٹنگوں میں ان کی حاضری بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ ان کے مشورے ملت کے لیے بڑے مفید اور کار آمد ہوتے تھے۔ مولانا رشادی کرناٹک کے امیر شریعت بھی رہے اور کم وبیش 10 سال تک انہوں نے اس باوقار عہدے کو زینت بخشی۔ دار العلوم سبیل الرشاد کا اہتمام ہو یا شیخ الحدیث کی مسند، امارت شرعیہ کی ذمہ داری ہو یا آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، ہر میدان میں انہوں نے اپنی شاندار موجودگی درج کرائی اور ہر جگہ انہوں نے اپنے انمٹ نقوش چھوڑے۔ باری تعالی ان کی مغفرت فرمائے۔

......✦......

13 / جنوری 2026 کو ملک کے مشہور مدبر اور بابصیرت ملی رہنما جناب ڈاکٹر منظور عالم صاحب کے انتقال کی خبر نے بھی ملک وملت کو ہلا کر رکھ دیا۔ ڈاکٹر صاحب ایک آفاقی اور اختراعی ذہن کے مالک تھے۔ ان کی نگاہ بلند، سخن دل نواز اور جاں پرسوز تھی۔ آل انڈیا ملی کونسل انہیں کے زرخیز ذہن کی پیداوار ہے، جس نے پورے ملک میں اپنے گہرے نقوش چھوڑے اور ملت اسلامیہ ہندیہ کی بہتر انداز میں قیادت کی۔ اسلامک فقہ اکیڈمی بھی انہیں کی خوش فکری کا نتیجہ ہے۔ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی رحمہ اللہ کی معیت میں انہوں نے اسلامک فقہ اکیڈمی کی بنیاد ڈالی اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے ملک کی مؤقر ترین اکیڈمیوں میں اس کو شامل کرا دیا۔ اس کے علاوہ اسلامک اسٹڈیز آف آبجیکٹو کے نام سے انہوں نے ایک اور تنظیم کی بنیاد ڈالی اور مسلمانان ہندی کے لیے بہترین سرمایہ چھوڑا۔ موصوف کئی بہترین کتابوں کے مصنف بھی تھے۔ جامعہ امام محمد انور شاہ میں بھی متعدد باران کی آمد ہوئی۔ جامعہ امام محمد انور شاہ کے اساتذہ واراکین نے ان تمام مرحومین کے پسماندگان کو تعزیت مسنونہ پیش کی ہے۔ ان کے لیے جامعہ میں دعائے مغفرت بھی کی گئی۔ باری تعالی ان بزرگوں کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبولیت سے نوازے۔

......✦......

اہل خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ مطابق فروری/مارچ ۲۰۲۶ء میں جامعہ کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ وسفراء کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جارہا ہے، اُس کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے: اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

۱	محترم مولانا مفتی نثار خالد صاحب 07037668071 کلکتہ	استاذ حدیث
۲	محترم مولانا فضیل احمد صاحب ناصری 08881347125 ممبئی	استاذ حدیث
۳	محترم مولانا محمد ابوطلحہ صاحب 09997504588 جموں وکشمیر/مہاراشٹر/بنگلور/مدراس/بڑودہ	استاذ حدیث
۴	جناب ذکی انجم صدیقی صاحب 09058839273 دیوبند	ہیڈ کلرک
۵	جناب مولوی محمد امین صاحب 08979399192, 08082586960 جموں وکشمیر/پنجاب/راجستھان	سفیر
۶	جناب مولوی عشرت اللہ صاحب 07275869794 مشرقی اتر پردیش	سفیر
۷	جناب مولوی محمد حنیف 09808808003 بھروچ/سورت/نوساری/رواپی/آنند/مرادآباد/بریلی/میرٹھ/باغپت/مظفرنگر/بجنور	سفیر
۸	جناب مولوی محمد لقمان صاحب 07840042786 احمد آباد/گودھرا/آندھرا پردیش/تلنگانہ/دہلی/اتراکھنڈ	سفیر
۹	جناب مولوی عاشق الٰہی صاحب 09027742321 مدھیہ پردیش/مہاراشٹر/آندھرا پردیش/تلنگانہ/مغربی اتر پردیش کے اضلاع	سفیر
۱۰	جناب مولوی محمد منور صاحب 09818825419 چھتیس گڑھ/جنوب مغربی دہلی/مہاراشٹر کا ضلع تھانہ، پال گھر وسانگلی/دیوریا/کشی نگر/کان پور/آگرہ	سفیر
۱۱	جناب مولوی محمد ثاقب صاحب 09760822922 ممبئی	استاذ
۱۲	جناب مفتی شکیل احمد صاحب 06005135774 کشمیر	استاذ

جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند

کے تعاون کا طریقۂ کار

جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند، توکلاً علی اللہ اور عوامی تعاون سے اپنی دینی وعصری، تعلیمی وتربیتی اور اصلاحی خدمات انجام دے رہا ہے، اس لئے اہل خیر حضرات جو جامعہ امام محمد انور شاہ کو اپنے عطیات وتعاون کی رقوم عنایت کرنا چاہتے ہیں اُن سے گذارش ہے کہ اپنے حلقہ جات میں متعین سفراء کرام (جن کے پاس جامعہ امام محمد انور شاہ کا شناختی کارڈ اور تعارفی وثیقہ ہو) کو اپنا تعاون عنایت فرما کر رسید حاصل کرلیں۔

ڈرافٹ یا چیک اور UPI ٹرانسفر کے ذریعہ بھی اپنی رقوم براہِ راست ارسال کر سکتے ہیں۔ وصول یابی کے بعد رسید ارسال کردی جائے گی۔ اگر براہِ راست بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کرتے ہیں تو موبائل فون سے مطلع کر سکتے ہیں تاکہ اس کی تصدیق کر کے رسید ارسال کردی جائے۔

ملاحظہ: جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند کا اکاؤنٹ صرف HDFC BANK دیوبند ہی میں ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

چیک اور ڈرافٹ پر صرف یہ عبارت لکھیں:

JAMIA IMAM MOHAMMAD ANWAR SHAH

ACCOUNT NO : 50100420638245

IFSC CODE : HDFC0001974

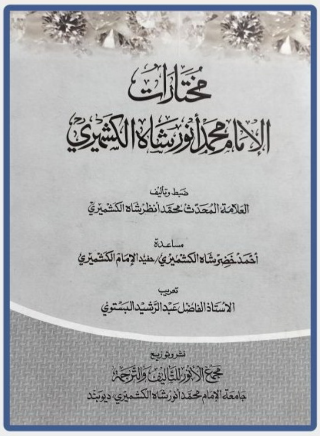
BRANCH : HDFC, DEOBAND

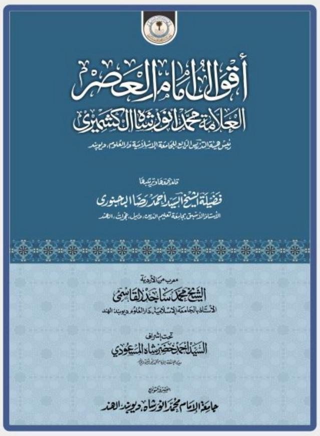
برائے رابطہ : 9760822922, 9557051315

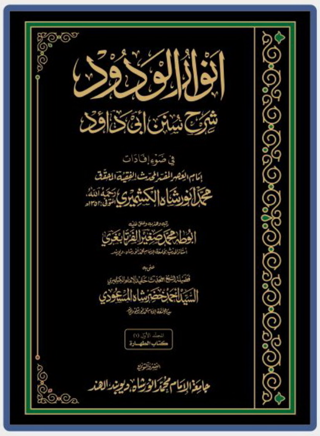
Monthly MUHADDIS-E-ASR Deoband
RNI UPURD/2000/10663(83220)
Contact Mob:+91-9557051315 jimask98@gmail.com
Printed, Published & Edited By Syed Ahmad Khizar Shah
on Behalf of JIMAS, Behind Eidgah, Deoband. Saharanpur (U.P.)
Printed At Mukhtar Press Samreen Printers, Deoband

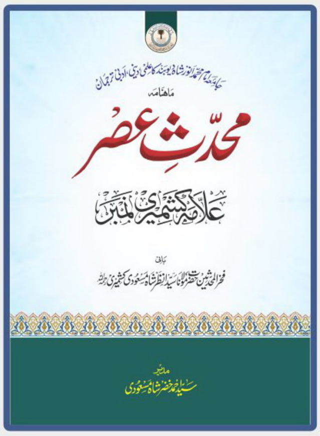
Feb - March 2026

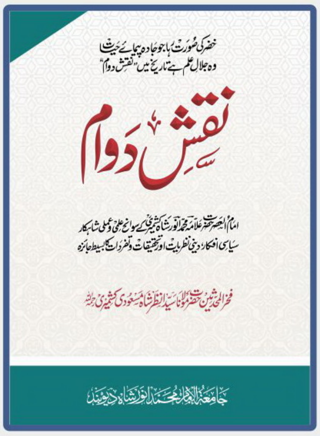
جامعہ کی چند اہم مطبوعات

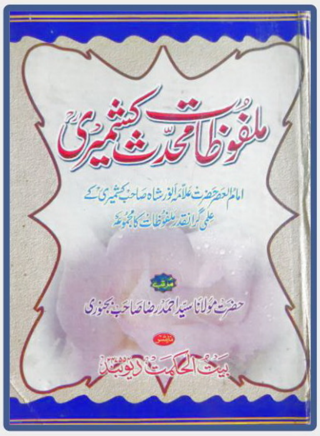


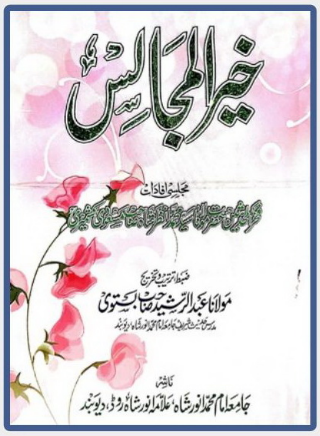


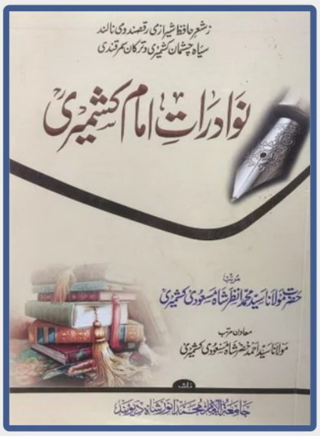


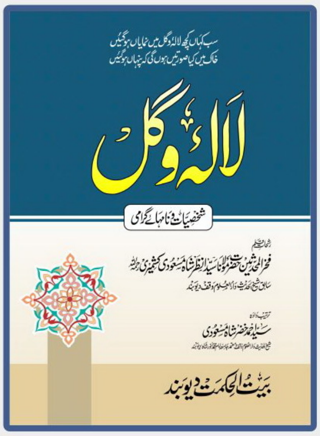












کتابیں حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: 9760822922

Jamia Imam Mohammad Anwar Shah
A/C No.: 50100420638245
IFSC : HDFC0001974
BRANCH: HDFC DEOBAND